ماہنامہ

المرشد

دسمبر

2006ء

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

مجلس عمل "تحفظ خواتین بل" کی بجائے مہنگائی اور لاقانونیت کے ایشوز پر استعفےٰ دے۔

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

دسمبر 2006ء شوال/ ذیقعد

جلد نمبر 28 | شمارہ نمبر 5

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرز ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
اللہ سے محبت	امیر محمد اکرم اعوان	6
ہم دنیا کو کیا دے رہے ہیں!	امیر محمد اکرم اعوان	19
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	26
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	32
گروہ بندیاں	امیر محمد اکرم اعوان	39
سفیر کا قتل	امیر محمد اکرم اعوان	47
حج کا موسم	اُم فاران	49
حج کی مرکزیت و عالمگیریت	ڈاکٹر لیاقت علی خان	52
حیات طیبہ (سلسلہ وار)	ابوالاحمدین	54

انتخاب جدید پریس۔لاہور 042-6314365 ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819

0301-6045981 موبائل Web Site: WWW.alikhwan.org.pk E-Mail:info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ جوہر ٹاؤن، لاہور فون 042-5182727

اداریہ

ایم ایم اے کو لاقانونیت اور مہنگائی پر استعفے دینے چاہئیں

وطن عزیز میں تحفظ حقوقِ نسواں بل کے حوالے سے خوب ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے۔ایک طرف حکومتی حلقے اس بل کے پاس ہونے کی خوشی میں مٹھائیاں بانٹ رہے ہیں تو دوسری طرف متحدہ مجلس عمل کے قائدین شدید برہم ہیں اور انہوں نے پارلیمنٹ سے استعفے دینے کی دھمکی دے رکھی ہے۔

عام شہری اس صورتحال پر شدید الجھن کا شکار ہے۔وہ پہلے ہی دیگر بے شمار مسائل میں پھنسا ہوا ہے۔شدید مہنگائی نے عام آدمی کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے اور لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں۔انصاف نہ ملنے کی وجہ سے غریب دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ہسپتالوں میں ادویات کی عدم دستیابی کے باعث مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں۔

شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ امیر محمد اکرم اعوان نے ''تحفظ حقوقِ نسواں بل اور ملکی مسائل'' کے حوالے سے بالکل درست فرمایا ہے کہ ہم اس بل کے حق میں نہیں ہیں لیکن ہماری مذہبی سیاسی قیادت جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کر رہی ہے اور پارلیمنٹ سے استعفوں کی بات کرتی ہے یہ سب سیاسی ڈرامہ بازی نظر آتی ہے۔اگر ایم ایم اے والوں نے استعفے ہی دینے تھے تو سانحہ باجوڑ' سانحہ درگئی اور وزیرستان کے معاملہ پر دیتے یا پھر ملک میں ہونے والی شدید ترین ناانصافی' قتل و غارت گری' مہنگائی اور فحاشی پر استعفے دیتے''

شیخ المکرم کا یہ ارشاد بھی درست ہے کہ ''حکمران ایک غیر اسلامی قانون لے آئے ہیں تو پہلے اس ملک میں کون سا قانون اسلامی ہے!'' پہلے سے موجود غیر اسلامی قوانین قابل برداشت ہیں تو پھر تحفظ خواتین بل پر استعفے دینے کی منطق سمجھ میں نہیں آتی یعنی معاملہ خلاف شریعت قانون سازی کا نہیں بلکہ سیاسی مفاد کا کھیل ہے۔

ہماری رائے میں مذہبی سیاسی جماعتوں کو ملک کو مزید ہنگامہ آرائی کی طرف دھکیلنے کی بجائے پرامن طریقے سے تحفظ حقوق نسواں بل کے معاملے پر حکومت سے بات کرنی چاہئے۔اس کے علاوہ اس ملک سے لاقانونیت ختم کرنے' انصاف تک رسائی' مہنگائی پر قابو پانے اور غریب آدمی کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

عام آدمی آئے روز کے احتجاجی پروگراموں اور بلاوجہ کی ہنگامہ آرائی سے تنگ آچکا ہے اُسے اس وقت بنیادی ضروریات زندگی کی فکر دامن گیر ہے اور یہی اس کا اصل ایشو ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

نشان منزل — گرد سفر

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

دیدہ تر — آس جزیرہ — متاع فقیر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

محبت کا جنوں

مت سوچ اکیلے میں کہ کیا جرم کیا ہے
بندے تجھے ہر وقت خدا دیکھ رہا ہے

زینہ تھا محبت کا بڑھے جوش میں ہم بھی
دیکھا تو بلندی پہ بڑی تیز ہوا ہے

انسان کی خلقت کا تقاضا ہی ...... یہی تھا
چاہا ہے تجھے میں نے تو کیا اس میں برا ہے

ہے قصر شہی کی یہ روایت کہ ہوں دربند
درویش کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے

سیماب کی عادت ہے کہ کرتا ہے کھری بات
اس مرد خدا مست سے بس اس کا گلہ ہے

اقوالِ شیخ

☆......جس صانع نے اتنی بڑی صنعت تخلیق کی ہے' اس نے اس کے استعمال کا جو طریقہ بتایا ہے اس کے مطابق اسے برتا جائے اگر ہم اس قاعدے کو چھوڑیں گے تو نہ صرف آخرت تباہ ہوگی بلکہ دنیا میں بھی عافیت کا کوئی گوشہ نصیب نہیں ہوگا۔

☆......اسلام اپنی ابتداء سے لے کر آج تک جتنی منازل سے گزرا ہے اور جتنا سفر چودہ سو سال کا اس نے طے کیا ہے' اس میں بے شمار ایسے مقام بھی آئے ہیں جب یہ پوری قوت پوری شان سے جلوہ گر ہوتا ہے اور بے شمار ایسے نازک موڑ بھی آئے ہیں کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ شاید اسلام کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائے لیکن ان ہر دو حالتوں میں اسلام کا یہ قانون اپنی جگہ قائم رہتا ہے کہ نہ یہ اس وقت کسی سے اپیل کرتا ہے کہ خدا کے لئے تم اسلام قبول کر لو ورنہ یہ مٹ جائے گا' اس بات کا انحصار تمہارے قبول کرنے پہ ہے تم یہ احسان کرو اور نہ جب اس کے پاس حکومت اقتدار شان وشوکت ہوتی ہے' تو کسی پر حکم چلاتا ہے کہ تم مجھے قبول کر لو ورنہ تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی' دونوں حالتوں میں ایسا کبھی نہیں ہوتا۔

☆......اسلام تین صلاحیتوں کا مجموعہ ہے' ان میں سے ایک بھی چھوٹے گی وہ باقی دو کو بھی چھوڑ دینے کے برابر ہے۔ قرآن کا دامن چھوٹ جائے' تو اللہ اور اللہ کے نبی علیہ السلام کو ماننے کا تصور باقی نہیں رہتا' دامان نبوت چھوٹ جائے تو قرآن اور اللہ کو ماننے کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا۔ یہ تینوں ارکان بنیاد ہیں توحید باری کی۔

☆ .... ایمانیات میں تقلید نہیں ہوتی تقلیدی ایمان جو ہوتا ہے' وہ ایمان نہیں ہوتا کہ فلاں مانتا ہے اس لئے میں بھی مانتا ہوں بلکہ ایمان اس رشتے کا نام ہے کہ یہ بات حق ہے اس لئے میں مانتا ہوں۔

☆......صرف انہی لوگوں کو استقامت نصیب ہوتی ہے اور صرف انہی کی عملی زندگی متاثر ہوتی ہے جن کا ایمان اختیاری ہوتا ہے اور جو سوچ سمجھ کر اپنی پسند سے اس راستہ کو اختیار کرتے ہیں۔

☆......آپ کسی بات کی وضاحت میں لگیں گے تو آپ کا وقت خرچ ہوگا آپ کی طاقت خرچ ہوگی آپ کی محنت لگے گی وہ محنت طاقت وہ وقت آپ اپنے مقصد کی تعمیر پر لگائیے' جتنی دیر آپ نے کسی کے ساتھ جھگڑا کرنا ہے اس کے لئے جواب اور دلائل تلاش کرنے ہیں اتنی دیر اللہ کے احکام بیان کیجئے۔

ایمان کی دلیل......اللہ سے شدید محبت

جو دامانِ نبوت سے چھوٹا وہ نام کا خواہ مسلمان کہلائے آرزو اُس میں وہی قتل وغارت گری کی آجاتی ہے۔ جو اللہ کے دین کے لئے' اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے جہاد کرتے ہیں وہ اور لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ظالم نہیں ہوتے' اپنی جانیں دیتے ہیں۔ جہاد اور شے ہے اور قتلِ عام اور شے ہے۔ میں مجاہدین کی بات نہیں کر رہا۔ جہاد تو جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تب سے فرض ہوا اور قیامت تک فرض رہے گا۔ ظلم کو مٹانے کے لئے' تباہی کو روکنے کے لئے' جور وستم کو روکنے کے لئے' ظلمت کو مٹا کر نور پھیلانے کے لئے جہاد ہوتا ہے لیکن یہ ہرگز جہاد نہیں ہے کہ عبادت خانوں میں بم پھینک دو۔ بازاروں میں غریبوں پر گولیاں برسا دو۔ یہ جہاد نہیں ہے خوئے خونریزی ہے جو جاہلوں میں تھا' جو ہر عہد کے ظالم میں تھا اور آج بھی ہے۔

05-06-2006 دار العرفان منارہ میں

امیر المکرم ملک محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کا فکر انگیز خطاب

الحمدللہ رب العلمین ○

والصلوۃ والسلام علی حبیبہٖ محمد وَّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین ○

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم ○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم ○

وَالذین امنوا اشدُ حباً للّٰہِ ○

اللّٰھم سبحنک لا علملنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ○

مولای صل وسلم دائما ابداً

علی حبیبک من زانت بہ العُصُروا

جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے انہیں سب سے شدید سب سے زیادہ سب سے مضبوط محبت اللہ جل شانہٗ سے ہو جاتی ہے۔ یہ بڑی عجیب

بات ہے محبت ایک جذبہ ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے ایک کیفیت ہے جو دل پہ وارد ہوتی ہے اور دل محبوب کے لئے تڑپ اٹھتا ہے بے قرار ہو جاتا ہے لیکن انسان کوئی خصوصیت کوئی بات کوئی خوبی دیکھتا ہے تو محبت پیدا ہوتی ہے کسی کو کوئی جانتا ہی نہیں دیکھا نہیں سنا نہیں اُس سے وہ کیسے محبت کرے گا! محبت کے لئے معرفت شرط ہے جاننا شرط ہے پہچاننا شرط ہے کوئی کسی کی آواز پہ فدا ہو جاتا ہے کوئی کسی کے لب و رخسار پہ فدا ہو جاتا ہے کوئی کسی کو سرو قامت سمجھ لیتا ہے کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں بعض ذوات میں کچھ اثرات ایسے ہوتے ہیں کہ فدا ہونے والے کو سمجھ بھی نہیں آتی کہ میں کس بات پہ فدا ہوں صورت پہ فدا ہوں یا آواز پہ فدا ہوں یا کونسی خوبی ہے جس پہ میں فدا ہوں لیکن وہ کسی پہ فدا ہو جاتا ہے اور ان ساری محبتوں کا تجربہ ہر شخص کو کسی نہ کسی درجے میں ہوتا ہے ہم اولاد سے محبت کرتے ہیں اُن کی ذرہ سی پریشانی پہ بے قرار ہو جاتے ہیں۔ دنیا بھر کی سہولتیں اُن کے لئے جمع کرنا چاہتے ہیں خوش نصیب لوگ والدین سے محبت کرتے ہیں اور انہیں ہر طرح سے خوش دیکھنا چاہتے ہیں اُن کی خدمت بجالاتے ہیں ہم دوستوں سے محبت کرتے ہیں اور بعض اوقات دوستی میں جان تک دے دیتے ہیں مال دے دیتے ہیں دوست کی پریشانی کے وقت اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں یہ سب ہوتا ہے یہ عام روزمرہ زندگی کی بات ہے یہ کسی بندے کے لئے ایسی بات نہیں ہے کہ اُس کی سمجھ میں نہ آئے۔ بعض کی دولت سے محبت ہو جاتی ہے پھر وہ رشتے ناطے سب کچھ بھول جاتے ہیں جائز ناجائز حدود بھول جاتے ہیں ایک ہی دھن سمائی رہتی ہے کہ اتنا پیسہ آگیا اتنا اور آجائے اتنا اور آجائے۔ بعض کو اقتدار سے محبت ہو جاتی ہے وہ سارا مال بھی لگا دیتے ہیں بعض اوقات ساری عمر جیل میں سڑتے رہتے ہیں پھانسی تک ہو جاتی ہے لیکن اُس کی محبت دل سے نہیں نکلتی سارا سارا خاندان اُجڑ جاتا ہے لوگوں کا لیکن پھر پوچھیں تو اقتدار کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں کوئی بس نہیں کرتا کہ باپ مارا گیا بھائی مارے گئے خاندان اُجڑ گیا چلو اب بس کرو چھوڑو اس کو۔ کوئی ایسا نہیں کرتا۔

ایمان کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ یہ جو فطری محبتیں ہر شخص میں ہوتی ہیں اولاد کی محبت ہوتی ہے والدین کی محبت ہوتی ہے دوستوں کی محبت ہوتی ہے ایک حد تک مال کی اور عزت و آبرو کی، شہرت و ناموری کی محبت ہوتی ہے۔ کسی کو علم سے محبت ہوئی ہے اور ساری زندگی حصول علم میں دربدر پہ گزار دیتا ہے۔ **اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ایمان کی دلیل بہت بڑی یہ ہے کہ والذین امنوا جنھیں نور ایمان نصیب ہوتا ہے۔ اشد حباً للہ۔ اللہ سے ایسی محبت کرتے ہیں جو ان تمام محبتوں پہ غالب آجاتی ہے سب سے بڑھ جاتی ہے بڑی بڑی محبوب چیزیں چھوٹ جاتی ہیں لیکن وہ اللہ کے قرب کو پانے کی آرزو سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔**

ہم قربانی کرتے ہیں بظاہر تو ایک عام سی بات ہے، ہم جانور خریدتے ہیں اور آج کل تو ہم خانہ پُری کرتے ہیں کہ یار کون تکلیف کرے تم ہی کوئی خرید لو تم ہی کہیں کوئی ذبح کر دو۔ بھئی ادا ہو گئی لیکن اگر ہم تلاش کریں تو اس میں ایک عجیب جذبہ محبت کی فراوانی ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، ہوش سنبھالنے سے لیکر دنیا سے رخصت ہونے تک متواتر اور مسلسل ایک سے ایک بڑے امتحان سے گزرتے

رہے والدین نے گھر سے نکالا' بادشاہ نے سزا دینے کی اور قتل کرنے کی سازش کی۔ سفر کیا بہت دور دراز کا اور حضرت ہاجرہؓ سے بہت محبت تھی' آخری عمر میں بال سفید ہو گئے تو چاند سا فرزند عطا ہوا' حکم ہوا کہ انہیں ماں بیٹے کو دور چھوڑ آئیں وہاں ویران پہاڑوں میں۔ فرمایا جبرائیل امین علیہ السلام نشان دہی کریں گے۔ بیت اللہ شریف چونکہ طوفان نوع علیہ السلام میں اٹھالیا گیا تھا' حجر اسود اٹھالیا گیا تھا بیت اللہ غائب ہو گیا تھا پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بنایا لیکن انہی بنیادوں پر استوار کیا لیکن پہلے تو وہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی جس کے گرداگرد نالہ تھا اور بے شمار بڑے بڑے نالے آ کر ہر طرف سے اُس میں ملتے تھے ایک طرف سے پانی نکل جاتا تھا۔ ویران پہاڑ تھے جن پر نہ سبزہ تھا نہ کوئی درخت نظر آتا تھا نہ قریب کوئی آبادی کے آثار تھے نہ کوئی پانی کا نشان تھا۔ وہ لے کر چل پڑے اب بیٹا بھی بڑا عزیز ہے' اہلیہ محترمہ سے بھی بڑی محبت ہے اور ساری زندگی کی ہر دکھ سکھ کی ساتھی ہیں سفر و حضر کی ساتھی ہیں۔ ہر قربانی ساتھ انہوں نے بھی دی مفسرین لکھتے ہیں کہ جہاں رُکتے ستانے کے لئے تو سمجھتے کہ یہ جگہ آ گئی ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھتے کہ بھئی یہی وہ مقام ہے تو عرض کرتے نہیں حضرت آگے جانا ہے بڑی دور جا کر وہ جگہ آئی جہاں اب بیت اللہ شریف ہے مکہ مکرمہ ہے' اُس ننھے سے پھول کو جو ابھی صرف ماں کے دودھ پر پل رہا تھا۔ کھجوریں یا کھانے کی چیز اور ایک مشکیزہ پانی کا دے کر رخصت ہو گئے کیا عجیب اللہ کے بندے تھے! حضرت ہاجرہؓ نے پوچھا کہ ہمیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے کہ آپ ہمیں اس ویرانے میں بغیر کسی سہارے کے چھوڑ کر جا رہے ہیں نہ یہاں کوئی پانی کے آثار ہیں کوئی پرندہ تو اُڑتا نظر نہیں آتا کوئی سبزہ کوئی درخت نظر نہیں آتا ویران ہے اور تپش ہے اور دھوپ ہے گرمی ہے تو ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو انہوں نے اتنا فرمایا مجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔ فرمانے لگیں پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ یعنی یہ کیسا عجیب تعلق ہے کہ ظاہری سبب کوئی نہیں ایک خاتون ہے ننھا بچہ ہے کوئی ہمراہ نہیں درندوں کا مسکن ہے صحراؤں میں درندے ہوتے ہیں کوئی آبادی کے آثار نہیں' کوئی پانی کے آثار نہیں' کوئی پرندہ اڑتا نظر نہیں آتا۔ صحرا میں عموماً دیکھا جاتا ہے۔ سمندر میں اور صحرا میں کہ سمندر میں پرندے کنارے کی نشانی ہوتے ہیں کہ کہیں پرندے اُڑتے نظر آئیں تو سمندر کے مسافر سمجھتے ہیں کہ سو میل پچاس میل کہیں کوئی کنارا ہے کہ پرندے اڑ رہے ہیں اور صحرا میں پرندے نظر آئیں تو صحرا کے مسافر سمجھتے ہیں کہ کہیں قریب کوئی پانی ہے کہ پرندے اڑ رہے ہیں۔ تو وہاں تو کوئی پرندہ بھی نہیں اور جب آپ علیہ السلام رخصت ہو کر چلے تو بڑی جرات ہمت کے ساتھ کمزوری نہیں دکھائی لیکن جیسے نظروں او جھل ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو گئے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع.

اے اللہ میں تو اپنا سب کچھ ایک اُجاڑ میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اب تو ہی ہے ان کی نگہداشت فرمائے۔ انہیں آفتوں سے بچائے انہیں پالے اس جگہ کو مرکز بنائے اور اس کی اولاد میں میری اولاد میں اپنے بندے پیدا فرمائے اور فرمایا یہاں کچھ بھی نہیں ہے وہاں ایسی رزق کی فراوانی کر دے کہ کبھی کوئی بھوکا نہ رہے۔ یہ انہی کی دعا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پچیس پچیس لاکھ لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت میں اور کسی کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ دنیا کا کوئی پھل دنیا کی کوئی نعمت کوئی کھانا کوئی لباس کوئی چیز آپ مانگیں تو وہاں دستیاب ہوتی ہے وہاں کوئی موسم کی قید نہیں ہوتی۔ کسی پھل کا موسم ہے کونسی چیز دستیاب ہے کوئی ایک حاجی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فلاں وہاں چیز کی خواہش ہوئی اور وہ نہیں تھی اللہ

کریم اتنی فراوانی کر دیتا ہے تو بہر حال سارا واقعہ آپ جانتے ہیں پھر آپ دیکھیں کہ خواب میں دیکھا کہ وہاں زم زم شریف بھی نکل آیا ہے اور آبادی کے آثار بننے لگے۔ جب پانی دیکھا قافلے گزرنے والوں نے پرندے دیکھے اُدھر مڑے پھر پانی دیکھا کچھ لوگ بس گئے تو آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں تو اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں۔ پھر وہاں تشریف لے گئے۔ مائی صاحبہ سے بات نہیں کی حالانکہ اُن کے جذبہ الفت میں بھی کوئی کمی نہیں تھی اور صبر میں بھی کوئی سوال نہیں تھا لیکن وحی کو سمجھنا نبی کا کام ہے۔ مائی صاحبہ نبی نہیں تھیں

کوئی خاتون نبی نہیں ہوئی۔ اس لئے دینی سیادت وقیادت خواتین کے پاس نہیں ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں ہے۔ اب اس عہد کی عورتیں تو امام بن گئی ہیں لیکن اللہ نے خاتون کو امامت نہیں دی خواتین میں نبوت نہیں ہے۔ تو وحی کو سمجھنا آجکل کے دانشور جس طرح صرف ونحو کے زور سے اور عربی گرائمر کے زور سے روایات وحکایات کے زور سے نئے معنی گھڑنا شروع ہو گئے ہیں یہ معنی درست نہیں ہیں۔ وحی کا وہی معنیٰ درست ہے جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو صحابہ کرام نے سمجھا جس پر انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے عمل کیا اور آپ ﷺ نے منظور فرمایا۔ اُس سے ہٹ کر کسی منطق کسی گرائمر کسی دوسری تیسری دلیل سے کوئی معنیٰ گھڑنا غلط ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں چونکہ وحی کو سمجھنا نبی کا کام ہے۔

اب باپ بھی اولوالعزم رسول ہے اور وہ ننھا بھی اولوالعزم رسول ہے۔

فلما بلغ معه السعی. جب وہ باپ کے ساتھ چلنے کے قابل ہو گئے انگلی پکڑ کر چلنے کے قابل ہو گئے ہیں نبی تو نبی ہوتا ہے نبوت تو ازل میں بانٹی گئی بعثت کی بات الگ ہے لیکن نبی ازل سے ابد تک نبی ہوتا ہے مبعوث کب ہوتا ہے یہ الگ رہا۔ تو جب مکرمہ سے نکل گئے تو فرمانے لگے کہ بیٹا میں نے عجیب وغریب خواب دیکھا ہے۔

الی اری فی المنام. میں نے تو خواب دیکھا ہے۔ خواب میں یہ بات دیکھی ہے۔ انی اذبحک. کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب وہ ننھا اللہ کا اولوالعزم رسول ہے وہ فرماتا ہے۔

آیا بتِ افعل مائو مرُ. اباجی نبی کے خواب وحی الٰہی ہوتے ہیں آپ نے خواب نہیں دیکھا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ خواب آپ کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے اور جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریں۔ اس بات سے اندیشہ نہ کریں کہ میں کم سن ہوں۔ میں بھی اللہ کا رسول ہوں ستجدونی ان شاء اللّٰہ من الصبرین. آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے میں چلاؤں گا نہیں۔ اب عجیب امتحان ہے محبت کا کہ ضعیف باپ بیٹے کو ذبح کرنے پہ کمربستہ ہے اور معصوم بچہ گردن کٹانے پہ تیار ہے۔ کیوں؟

والذین امنو اشد حباً للّٰہ. اللہ کی محبت مجبور کر رہی ہے اللہ ایسا چاہتا ہے اللہ کا ایسا حکم ہے کہ گزرے اور وہ ایسا بے نیاز ہے ایک جگہ تو فرماتا ہے۔

وکذلک نُری ابراھیم ملکوت السمٰوٰتِ والارض. کہ ہم نے زمین وآسمان کھول کر رکھ دیئے! ابراہیم کے سامنے زمین

وآسمان کی سلطنت عیاں کر دی۔ دکھا دیا سب کچھ ابراہیمؑ کو۔ اور یہ بات نہیں بتائی کہ اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح نہیں ہونا! یہ تو آپ کسی کو بھی بتا دیں کہ بیٹے کو ذبح نہیں کرنا آخر میں دنبہ ذبح کرنا ہے بیٹے کو لٹا کر ذبح کرنے کا نمونہ بنائیں پھر دنبہ ذبح ہوگا تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ دونوں رسولوں کو یہ بات نہیں بتائی ذبح ہونے والا بھی اس بات پہ تیار ہے مجھے ذبح ہونا ہے گلا کٹانا ہے ذبح کرنے والا بھی اس بات پہ کمر بستہ ہے۔ حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کے چھری چلا دی اور خون کے فوارے بہہ نکلے اور جب لاشہ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تب آپ علیہ السلام نے آنکھ کھولی۔ دیکھا تو دنبہ کٹا پڑا ہے اور اسمٰعیل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ حیران ہو گئے کہ میری خواب کا کیا ہوا۔ میرے حکم کا کیا ہوا۔ مجھ سے تعمیل ارشاد نہ ہو سکی۔ اسمٰعیل تو وہ کھڑا ہے تو اللہ کریم نے فرمایا۔

قد صدقت الرءیا. تو نے اپنا خواب پورا کر دکھایا۔ اب یہ میرا کام ہے کہ میں نے چھری کے نیچے سے اسمٰعیل کو نکال کر وہاں جنت کا دنبہ رکھ دیا۔ یہ کام تو میرا ہے لیکن آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ جذبہ محبت کی آزمائش تھی۔ اللہ کو کیا ضرورت تھی کہ بندے کو ذبح کرا دے۔ ہم قربانی کرتے ہیں وہ فرماتا ہے۔

لن ینال اللّٰہ لحومھا و لا دمائوھا. اللہ کو جانوروں کا خون یا گوشت نہیں' اُس کو اُس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ولکن ینالُہ التقویٰ منکم. وہ دیکھتا ہے کہ کس جذبے سے تم جانور ذبح کرتے ہو۔ **وہ تمہاری کیفیت تمہارا وہ جذبہ الفت ' تمہاری وہ محبت دیکھنا چاہتا ہے کہ تعمیل ارشاد میں کس دل سے لگے ہو۔ اُسے اس بات سے غرض نہیں ہے کہ تم جانور ذبح کرو گے تو اللہ کے خزانے میں گوشت بھر جائے گا یا اللہ کو جانوروں کا خون بہت پسند ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔** ولکن ینالہُ التقوی منکم. تمہارے وہ جذبات تمہاری وہ کیفیات کہ کس دل سے چھری چلا رہے ہو۔ خانہ پُری کر رہے ہو یا تلاش کرتے رہے ہو کہ کونسا خوبصورت جانور میں لے جاؤں میں ذبح کروں۔ کونسا ایسا جانور ہاتھ آئے کہ میں اللہ کی راہ میں قربان کروں پھر کس طریقے سے کروں۔ پھر اپنے ہاتھ سے کروں۔ تو ایمان کی ایک بہت بڑی دلیل محبت الٰہی ہے۔ چونکہ ایمان نام ہی معرفت کا ہے پہچان کا ہے' جاننے اور ماننے کا ہے' یہ پہچان کرا دی محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ کیا عجیب ہستی تھی ﷺ

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

مشت غبار کو اٹھایا اور اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا۔ کیا عجیب اللہ کا رسول تھا اور کیا کرم تھا اللہ کا اور کتنا کریم رسول تھا اللہ کا ﷺ۔ جو بھی اُن کے دامن سے وابستہ ہوا۔ فرمایا میں بھی اللہ کے روبرو سجدہ ریز ہوتا ہوں۔ یہاں میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور تم بھی اپنا دکھ اُس سے بیان کرو۔ اُس کی بارگاہ میں بات کرو اُس سے اپنے دل کی باتیں کہو۔ اُس کی بات سنو۔ اُس کی کتاب کو پڑھو وہ تمہیں کیا کہتا ہے۔ قرآن کریم ایک چھٹی ہے اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے۔ ہم پڑھتے ہیں ثواب کے لئے فرفر گزرتے جاتے ہیں۔ ہم پڑھتے ہیں نیکی کمانے کے لئے۔ ساری باتیں صحیح لیکن کبھی ایسے بھی پڑھو کہ یہ مجھے اللہ کی طرف سے خط آیا ہے۔ ساری باتیں میرے لئے ہیں یہ مجھے کیا کہتا ہے۔ مجھ

سے کیا چاہتا ہے مجھے کس بات سے روکتا ہے کس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اسے اپنے لئے کبھی کھول کر پڑھو آپ کو یقیناً ایک اور قرآن نظر آئے گا۔ محض ثواب کے لئے پڑھتے جاؤ گے تو وہ اور ہو گا۔

مجھے ایک شخص نے واقعہ سنایا کہ نہر بن رہی تھی اور راستے میں قبرستان آ گیا۔ پُرانا قبرستان تھا اور ایک طرف سے قبریں مٹ گئی تھیں کچی قبریں ہوتی ہیں مٹی کی چند سالوں میں فنا ہو جاتی ہیں۔ سڑک بنانے والا انجینئر بھی مسلمان تھا مزدور بھی مسلمان تھا۔ اب پوری نہر کہیں پھیری تو نہیں جا سکتی۔ کیا کریں؟ انہوں نے کہا کوشش کریں اسے ایسا کرتے ہیں کہ جس طرف سے قبریں معدوم ہو گئی ہیں کوئی نشان نہیں ہے اُس طرف سے نہر گزار لی جائے تو بظاہر کوئی نشان نہیں تھا۔ لیکن راستے میں ایک قبر آ گئی جب انہوں نے کھودا تو اُس میں تو صحیح سلامت وجود پڑا تھا بلکہ کسی درخت کسی بوٹی کی جڑ اُس کے منہ کے سامنے سے گزر رہی تھی اور اُس جڑ میں سے قطرہ قطرہ پانی کی طرح کا سیال مادہ اُس کے منہ میں ٹپک رہا تھا اور بہت زیادہ خوشبو تھی تو پریشان ہو گئے فوراً قبر بند کر دی اور پھر سارا نقشہ بدلنا پڑا کہ اس کے اوپر نشان بھی بنا دیا جائے اس سے ہٹ کے گزارا جائے۔ تو وہ جو انجینئر تھا اُسے ایک عجب تجسس پیدا ہو گیا کہ اس شخص نے کیا ایسا عمل کیا ہے کوئی خاص عمل ہو گا جو یہ کرتا رہا۔ نماز روزہ تو سارے مسلمان کرتے ہیں کوئی اور بات بھی ہو گی تو تلاش کرتے کرتے گاؤں میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا کہ اس کی بڑھیا ابھی زندہ ہے۔ ضعیف العمر ہے لیکن وہ خاتون موجود ہے۔ اُس کے پاس پہنچے اور پوچھا کوئی تم نے اپنے میاں کا ایسا عمل دیکھا جو عام آدمی نہ کرتے ہوں؟ اُس نے کہا ایک بات تھی بیچارہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ قرآن کریم پڑھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن روز قرآن لے کر بیٹھ جاتا تھا اور ہر آیت پہ اس طرح انگلی پھیرتا اور کہتا تھا اللہ میاں تو نے یہ بھی سچ کہا ہے اللہ میاں یہ بھی تو نے سچ کہا ہے۔ اللہ میاں یہ بھی تو نے سچ کہا ہے تو ایک ایک سطر پہ انگلی پھیر کر تصدیق کرتا جاتا تھا کہ یہ جو کچھ کہا ہے یہ بھی سچ فرمایا ہے۔ یہ فرمایا ہے جو یہ سچ فرمایا ہے تو وہ گھنٹوں اس طرح قرآن پڑھا کرتا تھا۔ اب اللہ کو کسی کی کثرت تلاوت سے کیا اُس نے تو وہ جذبہ قبول کر لیا جو اُس انپڑھ کو بغیر سمجھے اُس کی صداقت پہ مجبور کر رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں رہا لکھا ہوا کیا ہے۔ جانتا نہیں اس کا معنی کیا ہے لیکن کہتا ہے تو نے جو کچھ کہا ہے یہ بھی سچ کہا ہے یہ بھی سچ فرمایا ہے' یہ بھی سچ فرمایا ہے۔

تو اُس کی بارگاہ میں وہ کیفیت جسے محبت کہتے ہیں وہ مقبول ہوتی ہے ایمان محبت ہی کا نام ہے اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے محبت تب ہوتی ہے جب اللہ نما سے محبت ہو۔ جس نے اللہ کا بتایا اور ایسا بتایا کہ اللہ دکھا دیا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

دنیا میں دانشور بھی تھے' دنیا میں محقق بھی تھے' دنیا میں پڑھے لکھے لوگ بھی تھے' دنیا میں فلاسفر بھی تھے کوئی نہیں جانتا تھا'' عہد فترت'' میں کہ اللہ بھی ہے۔ ہے تو کہاں ہے' کیسا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا بتایا کہ آج کا جاہل چرواہا انپڑھ جو کلمہ گو ہے وہ بھی جانتا ہے اللہ ہے اور

میرے پاس ہے، مجھے دیکھ رہا ہے، میری بات سن رہا ہے **کیا پہچان دی نبی کریم ﷺ نے کہ اس گئے گزرے زمانے کا انپڑھ بھی جسے کلمہ نصیب ہے وہ جانتا ہے اللہ ہے۔ مجھے پال رہا ہے مجھے زندگی دے رکھی ہے، مجھے اُس کے پاس جانا ہے۔** تو ایمان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سے محبت شدید ہو جائے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ ۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ لا یومن احد کُم. تم میں سے کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا۔ حتی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدِہٖ والناس اجمعین. او کماقال رسول اللہ ﷺ. جب تک ماں باپ، بہن بھائی اولاد اور دنیا کے سارے انسانوں سے زیادہ محبت مجھ محمد رسول اللہ ﷺ سے نہ کرے ایماندار نہیں ہو سکتا۔ محبت پیامبر ﷺ ہی محبت الٰہی کا راستہ ہے اور نبی کریم ﷺ کی محبت جس نے حضور ﷺ کو پہچانا فدا ہو گیا۔ جس نے دیکھا ہی نہیں اُسے کیا ملے گا!

عہد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں لوگ محروم ایمان رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن کا بھی دکھ ہوتا تھا کہ میں تو ساری انسانیت کے لئے مبعوث ہوا ہوں پھر یہ بے چارے کیوں محروم جا رہے ہیں۔ تو اللہ کریم نے فرمایا یہ ایسے بدنصیب ہیں ینظرون الیک ۔ تجھ پر نگاہیں تو ڈالتے ہیں۔ وھُم لا یبصرون. لیکن تجھے دیکھ نہیں پاتے۔ نگاہیں تو ڈالتے ہیں اور محمد بن عبداللہ دکھائی دیتا ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ ہی نہیں پاتے۔ یہ کہتے ہیں ہمارے ایک قریشی بھائی کا بیٹا ہے، ہمارا محلے دار ہے، ہماری برادری کا ہے، ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے، ہم سے آگے نکلنا چاہتا ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ ھم لا یبصرون. آپ ﷺ کو دیکھ نہیں پاتے۔ شان رسالت کو دیکھ نہیں پاتے اور یہی بات حضور ﷺ نے اہل طائف کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ یا اللہ ان پر پہاڑ نہ گرا انہیں معاف کر دے اس لئے کہ انھُم لا یعلمون. انہوں نے تیرے نبی علیہ السلام کو نہیں مانا اپنے پڑوسی سے لڑے ہیں مجھے تو جانتے نہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، جانتے تو یہ حال نہ کرتے۔ تو اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہچان، معرفت اور جاننا نصیب ہو جائے۔ ایک تو رواجی اسلام ہے اور نہ ہونے سے کروڑوں درجہ بہتر ہے۔ اللہ کا شکر ہے ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔ کبھی کوئی خیال آ گیا کوئی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، ایک حد تک حلال حرام کا تصور بھی ہے، مرنے کا خیال بھی ہے، قیامت پہ ایمان بھی ہے، اللہ قبول کرے نجات کے لئے یہی کافی ہے لیکن **نجات اور بات ہے اور شے ہے۔ اللہ سے بات ہونا اللہ کے حبیب ﷺ سے بات ہونا، رشتہ الفت میں اسیر ہونا، آرزو وصل کو پا لینا اور آرزوئے وصل میں تڑپنا اور بات ہے اور گزارہ کرنا ایک اور بات ہے۔** اُس نے کہہ دیا میں کافر کو نہیں بخشوں گا تو اُس کی بات برحق ہے وہ نہیں بخشے گا۔ لیکن اگر بخش دیتا تو میں اور آپ روک سکتے تھے۔ کوئی روک سکتا تھا اُس کا اپنا فیصلہ ہے بلاوجہ بخش دے اُس کی بخشش کی کوئی حد نہیں ہے کوئی قید نہیں ہے۔ بخشا جانا بہت بڑی بات ہے۔ فمن زحزح عن النار وادخل الجنتہ فقد فاز. جو جہنم جانے

سے بچ گیا اُس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی یہ اور بات ہے لیکن دردِ عشق کا پالینا کچھ بات ہی الگ ہے اُس کی محبت میں گھل گھل کے مرنا ایک اور بات ہے اُس کے لئے راتوں کو تڑپ کر اٹھ جانا کوئی اور معنی رکھتا ہے اُس کی آرزو میں مسجد میں آنا کچھ اور مفہوم رکھتا ہے۔ رکعتیں پوری کرتے ہیں فاتحہ اور تسبیحات اور تکبیرات اور سجدے رکوع کرتے ہیں نماز ادا ہو جاتی ہے الحمد للہ اللہ قبول فرمائے۔ لیکن ایک ایک لفظ اللہ کے روبرو کہنا کوئی اور بات ہے ایک ایک سجدہ اُس کے سامنے ادا کرنا کچھ اور کیفیت رکھتا ہے۔ اپنے دل کی اُس سے کہنا' اپنے دکھ اُس سے بیان کرنا' اپنی طلب اپنی آرزو بیان کرنا ایک اور کیفیت ہے اور ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کیفیت ہر مسلمان میں ہو۔ اب اول و آخر ایک ہی طریقہ تھا اس آرزو کو جگانے کا اور وہ تھا برکات محمد رسول اللہ ﷺ۔

تعلیمات نبوت نے بتا دیا اللہ کیسا ہے اُس کی ذات کیسی ہے اُس کی صفات کیسی ہیں برکات نبوت نے دل میں اُس کی آرزو پیدا کر دی اور عشق کی چنگاری روشن کر دی برکات نبوت نے آرزوئے وصل کو ہوا دی اور مشت غبار نے عشق الٰہی کا دیا روشن کر دیا' کہاں ایک عاجز و محتاج بندہ کہاں اُس کی ذات بے ہمتا۔ لیکن ایک درجے میں یہ آرزوئے وصل لئے پھرتا ہے یہ اُس کے لئے بے قرار ہوتا ہے اُس کے لئے روتا ہے گوشوں میں بیٹھ کر' اُس سے ملنا چاہتا ہے' روبرو جانا چاہتا ہے' اور یہی ایمان کی صفت ہے 'انسان بھی عجیب شے ہے کہ عہد برکات میں بھی محروم رہے لوگ اور جوں جوں زمانہ اقدس ﷺ دور ہوتا گیا کیفیات بدلتی گئیں محبتیں چھوٹتی گئیں' رسومات اور رواجات آتے گئے' خانہ پُری کے حیلے ہوتے گئے۔ **اب بے شمار دنیا پھر گمراہی کی دلدل میں ہے لیکن ایک بات کہو اور خوب سوچ سمجھ کر کہو۔ جتنے لوگ اللہ کے دین سے محروم ہیں کیا وہ پھر اس پرانے عہد جاہلیت میں نہیں چلے گئے جن کو جانوروں سے محمد رسول اللہ ﷺ نے انسان بنایا تھا۔** زندگی کیا تھی لوگوں کی جانوروں کی طرح نہ کسی کو لباس پہننے کا سلیقہ تھا نہ کسی سے تعلق دوستی دشمنی کا کوئی اصول تھا۔ طاقت ور غریب کو لوٹ لیتا اور امرا تماشا دیکھنے کے لئے غریبوں پہ درندے چھوڑ دیتے اور خون بہا کر اور لاشیں تڑپا کر تالیاں بجاتے۔ کیا آجکل وہی کچھ نہیں ہو رہا۔ یہ کس نے درندوں کو انسان بنایا تھا اور کیوں انسان پھر درندے بن رہے ہیں؟ **چھوڑ دو کافروں کو یہاں جو کلمہ گو ہونے کا**

دعویٰ کرتے ہیں اُن سے کوئی عبادت خانہ محفوظ نہیں۔ مساجد میں بم چلائے جا رہے ہیں بازار میں گولیاں چلائی جا رہی ہیں جانتے نہیں کس کو مار دیا کیوں مار دیا۔ بچوں کی بس جا رہی ہے سکول جانے کے لئے بیچ میں بم رکھ دیا کس کے بچے ہیں کیوں مار رہے ہو۔ ان کو جانتے بھی ہو۔ کوئی پتہ نہیں بس قتل کرنے کی ایک خواہش ہے' درندگی ہے' وحشت ہے۔

میں اگلے دن ''وائلڈ لائف'' دیکھ رہا تھا تو وہ دکھا رہے تھے کہ درندوں میں درندگی کی جو خواہش ہوتی ہے وہ کیسے ہوتی ہے تو ایک وہ شیرنی دکھا رہے تھے جو زخمی حالت میں لڑکھڑاتی جا رہی تھی تو ایک جگہ گر پڑی۔ ایک بہت بڑا شیر تھا اُس نے دیکھا اس نے فوراً گردن دبوچ لی اور اُسے مار دیا تو وہ کمنٹیٹر کہہ رہا تھا کہ یہ اس کو کھائے گا نہیں۔ اس نے ایک زخمی جانور دیکھا اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کم از کم اسے تو مار دینا چاہئے اور اُس نے مار دی اسے اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ تو اس کی ہم جنس ہے یا اُس کی مدد کرے یا اُس کا کھانا بھی یہ نہیں ہے لیکن ایک Killing Instinct اُسکے اندر مارنے کی ایک آرزو ہے' ایک خواہش ہے دوسرے کو مارنے کی۔ اُس پہ اُس کی زندگی کا مدار ہے۔ اب یہ آ گئی اس کے سامنے اس کو مار دیا۔ کیا یہ Killing Instinct نہیں آ گئی لوگوں میں کہ بندوں کو مار دو۔ لاشے تڑپتے دیکھو اور خوش ہو جاؤ!

یہ تو پہلے ایسے ہی لوگ تھے جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے تو یہی Killing Instinct تھی Human Being میں انسانوں میں قتل کرنے کی خواہش و آرزو تھی اور دنیا ایک قتل گاہ تھی۔ ہر طاقتور ہر کمزور کی گردن مار رہا تھا۔

فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا o محمد رسول اللہ ﷺ کے پرتو جمال نے اُن دلوں میں محبتیں بھر دیں اور ایک دوسرے کا جانثار اور بھائی بھائی بنا دیا۔ تو آج پھر وہ آرزوئے قتل اور آرزوئے خون کیوں بھڑک اٹھی ہے؟ اس لئے کہ لوگ اُس محبت کے سرچشمے سے دور ہوتے چلے گئے' وہی خواہشیں جاگ اٹھیں لباس بدل گیا۔ آج کے زمانے کا لباس اور ہے سواری بدل گئی آج کے زمانے کی سواری اور ہے طریقہ قتل بدل گیا آج کے زمانے کا طریقہ قتل اور ہے لیکن قتل کرنے کی آرزو وہی ہے اور مقتولوں کے لاشے تڑپتے دیکھنے کی خواہش بھی وہی ہے۔ یعنی جو دامان نبوت سے چھوٹا وہ نام کا خواہ مسلمان کہلائے آرزو اُس میں وہی قتل و غارت گری کی آ گئی۔ جو اللہ کے دین کے لئے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے جہاد کرتے ہیں وہ اور لوگ ہوتے ہیں اور وہ ظالم نہیں ہوتے وہ خود قربانیاں دیتے ہیں' اپنی جانیں دیتے ہیں جہاد اور شے ہے اور قتل عام اور شے ہے۔ میں مجاہدین کی بات نہیں کر رہا۔ جہاد تو جب سے نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تب سے فرض ہوا اور قیامت تک فرض رہے گا۔ ظلم کو مٹانے کے لئے' تباہی کو روکنے کے لئے' جور و ستم کو روکنے کے لئے' ظلمت کو مٹا کر نور پھیلانے کے لئے جہاد ہوتا ہے' لیکن یہ ہرگز جہاد نہیں ہے کہ راستہ چلتے لوگوں کو مار دو۔ یہ کوئی جہاد نہیں ہے کہ عبادت خانوں میں بم پھینک دو۔ بازاروں میں غریبوں پہ گولیاں برسا دو۔ یہ جہاد نہیں ہے یہ وہ خوئے خونریزی ہے جو جاہلوں میں تھا جو چنگیز خان میں تھا جو ہر عہد کے ظالم میں تھا۔ جو ہٹلر میں تھا جو انگریزوں میں تھا جو امریکن میں تھا اور جو آج بھی ہے۔ ہیروشیما پہ کیوں ایٹم بم پھینکا گیا جبکہ جاپان تو سرنڈر کر چکا تھا۔ ناگاساکی پہ

کیوں پھینکا گیا۔ اس لئے کہ دیکھیں اس سے ہوتا کیا ہے۔ لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے' شہرویران ہو گئے۔ تو یہ ایک تباہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے لیکن **جب عشق الٰہی آتا ہے جب عشق پیامبر ﷺ آتا ہے تو پھر حق پر جان دینے کی آرزو پیدا ہوتی ہے جانیں لینے کی نہیں خواہ مخواہ قتل کرنے کی نہیں۔** احقاق حق کے لئے میدان میں اُترتے ہیں۔ پھر قتل ہوتے بھی ہیں قتل کرتے بھی ہیں۔ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون ۔ اللہ کی راہ میں جو جہاد کرتے ہیں خود بھی شہید ہوتے ہیں۔ مخالف کو بھی قتل کرتے ہیں لیکن وہ اللہ کے حکم کے مطابق' اللہ کے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق' اپنی خواہش سے نہیں۔

ایک جہاد میں حضرت خالدؓ نے تلوار اٹھائی اگلے نے کلمہ پڑھ لیا لیکن آپؓ عنہ کا ہاتھ نہ رُکا' تلوار ماری گئی اور وہ قتل ہو گیا۔ فتح ہوئی مسلمانوں کو واپس آئے صحابہ کرام نے بات کی بارگاہ رسالت میں کہ اُس نے تو کلمہ پڑھ لیا تھا لیکن حضرت خالدؓ نے ہاتھ نہیں روکا آپ ﷺ نے پوچھا کیوں ایسا کیا؟۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ تلوار کے ڈر سے پڑھ رہا تھا وہ دل سے نہیں پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خالد تم نے اُس کا دل چیر کے دیکھا۔ تمہیں کیا خبر تھی کہ دلسے پڑھ رہا ہے۔ جب کلمہ پڑھ رہا تھا ہاتھ روک لینا چاہئے تھا آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ فرمایا یہ غلط ہوا زیادتی ہوئی۔ خواہ مخواہ بندے کو مارنا تو ضروری نہیں تھا۔ کلمہ پڑھ لیا تھا ڈر سے پڑھ لیا اوپری دل سے پڑھ لیا' پڑھ تو لیا تھا آپ کا ہاتھ رک جانا چاہئے تھا۔

ہر جہاد میں حکم فرمایا جو تلوار نہ اٹھائے اُس پہ تلوار نہیں اٹھائی جائے گی' فصل نہیں اُجاڑے جائیں گے درخت نہیں کاٹے جائیں گے۔ عبادت خانوں میں جو لوگ بیٹھے ہوں خواہ وہ بت پوج رہے ہوں انہیں نہیں چھیڑا جائے گا۔ آج تو جو اللہ کے حضور سربسجود ہے اُس پہ بھی گولیاں برس رہی ہیں یہ کیا ہے سب؟۔ یہ رواج ہو گیا ہے کہ ہم مغرب کو گالی دینے کے خواہش مند ہو گئے ہیں۔ امریکہ پر بہتان تراشی ایک رواج ہو گیا ہے چھوڑو امریکہ تو مسلمان نہیں ہے اُس میں جو مسلمان ہیں الحمدللہ ہیں لیکن Over All نظام یا سلطنت یا ریاست تو مسلمان نہیں ہے مغرب میں تو اُن کے اپنے دین اپنا مذہب جو ہے وہ ہے۔ آپ اپنی بات کریں یہاں جو کلمہ گو بستے ہیں یہ کیا کر رہے ہیں ہر شہر سے دھماکے کی خبر آتی ہے ہر شہر قتل گاہ بنا ہوا ہے۔ ہر شہر میں لاشے ملتے ہیں ہر گلی میں لاشے ملتے ہیں۔' ہر ایک کا بچہ اغوا ہوتا ہے' ہر ایک کے گھر کا فرد اغوا ہوتا ہے ہر جگہ پر روز ڈاکے پڑتے ہیں یہ کیا ہے؟۔ وہی وحشت ہے جو بعثت نبوی ﷺ سے پہلے تھی۔ محبتیں عطا کیں آقائے نامدار ﷺ نے۔ جب لوگ دور ہوتے گئے محبت چھوٹتی گئی تو پہلی بیماری پھر آ گئی۔ دوا تو دی تھی محمد رسول اللہ ﷺ نے اور وہ دوا تھی محبت۔ فالف بین قلوبکم۔ تمہارے دلوں میں الفتیں بھر دیں اور جب دامان رسالت چھوٹا محبتیں بھی چھوٹ گئیں بندہ بندے کا دشمن ہو گیا ہر ایک ہر ایک کو تاکے پھرتا ہے Every Body Here is

to Kill Every Body.

جنگ عظیم میں ایک صحافی نے سوال کیا تھا ایک آفیسر پر میدان جنگ میں کہ یہاں کی باتیں بتائیں۔ تو اُس نے مختصر سی بات بتائی کہ

Every Body Here is to Kill Every Body.

کہ یہاں ہر بندہ ہر بندے کو قتل کرنیکے لئے ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ یہ جتنے لوگ تمہیں نظر آ رہے ہیں یہ سب ایک دوسرے کو قتل کرنے کیلئے لگے ہوئے ہیں۔ چھوٹی سی بات میں اُس نے کتنی بڑی بات کر دی!۔

آج ہم پر اس کا اطلاق نہیں ہو رہا! کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ وہ الفتیں دلوں سے رخصت ہو رہی ہیں صرف کلمہ کافی تھا دل کو محبت سے بھرنے کے لئے پھر اُس پر اللہ کی عبادت کی توفیق ہوئی' تلاوت کی توفیق ہوئی پھر اُس پر مزید احسان کہ برکات نبوت ﷺ چودہ صدیوں کے فاصلے کے بعد پھر سے ہمیں نصیب ہوگئی ہیں اب اگر ان کو بھی ہم رسمالیں گے تو ہم کتنے سادہ لوگ ہیں! کہاں جا رہے ہو؟ جی! ذکر کے لئے جا رہے ہیں۔ یہاں رک جاؤ یہاں چائے پئیں گے۔ یہاں رُک جاؤ یہاں کھانا کھائیں گے۔ یہاں رُک جاؤ یہاں نماز پڑھ لیں۔ ہوگا کیا ایک ذکر ہوا دوسرا ہوا دونوں ذکر ختم ہوگئے۔ رات گیارہ بجے السلام علیکم۔ بھئی اب کھانا کھاؤ' موج میلہ کرو۔ کیا کرتے ہو یہاں آ کر کیوں پریشان ہوتے ہو ساری رات نہ بستر ملے گا نہ آرام ملے گا گھر میں رہو آرام سے رہو۔ ہاں اگر آنا ہے تو مغرب سے پہلے پہنچو۔ کیوں ذکر ضائع کرتے ہو۔ اس پیٹ کو روز نہیں بھرتے۔ اس وجود کو روز آرام نہیں دیتے۔ ایک دن بے آرام ہو گیا تو کیا ہو گیا۔ لیکن میں دیکھتا رہتا ہوں اگر ذاکرین کا یہ حال ہے تو جنہیں ذکر بھی نصیب نہیں اُن کا کیا حال ہوگا۔ **وہ جنہیں ہم ولی اللہ سمجھتے ہیں اُن کا یہ حال ہے کہ بدن کی سہولتیں' جسم کی سہولتیں' اپنی خواہشات کی سہولتیں' اذکار سے زیادہ عزیز ہیں۔** بعض ساتھیوں نے کہا کہ آپ شام بھی ذکر کراتے ہیں عشاء بھی کراتے ہیں سحری بھی کراتے ہیں لیکن ہم اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ پہنچ نہیں سکتے تو آپ صبح بھی ذکر کرایا کریں۔ چلو جی صبح بھی کرا دیں گے یہ جو ذکر ہوتا ہے یہ کچھ لوگوں کی خواہش پہ یا کہنے پہ یا حکم پہ ہوتا ہے کہہ لیجئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم کرتے ہی رہ جاتے ہیں وہ اس میں بھی نہیں پہنچتے۔ یعنی حال یہ ہے کہ اس میں بھی نہیں پہنچتے۔ اب ہم کیا جانیں کہ کس کے دل میں کونسا درد ہے اور محبت کس بلا کا نام ہے اور وہ کہاں ملتی ہے۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود

مجنوں کتے کے پاؤں چوم رہا تھا تو کسی نے کہا کہ کیا کرتے ہو دیوانے۔ دیوانگی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کہنے لگا

ایں سگ گاہے گاہے کوئے لیلیٰ رفتہ بود

میں نے اس کو کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتے دیکھا ہے۔ اگر لیلیٰ کی محبت میں لوگ مجنون ہو سکتے ہیں یہ واقعہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اُن کے مواعظ میں ہے وہ فرماتے ہیں میں نے کسی سے سنا تھا کسی کتاب میں نہیں پڑھا۔ کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ' میں صلح ہوگئی اور انہوں نے خلافت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی تو فارغ ہو کر خود اطمینان سے

حرم کی زیارت کو اور عمرہ کرنے کے لئے چلے تو یہ قیس جو تھا یہ ہم جماعت تھا حضرت حسنؒ کا اور بے تکلف دوست تھا اسے بھی ساتھ لے لیا۔ اب یہ عشق لیلیٰ میں گرفتار جا رہا تھا اور وہ اپنی آرزو میں جا رہے ہیں تو اثناء راہ میں حضرت حسن فرمانے لگے کہ قیس دیکھا میں نے اچھا نہیں کیا کہ مسلمانوں میں تفریق پڑ رہی تھی اور میں نے اتنی بڑی ریاست کی سربراہی ہی چھوڑ کر چچا کے سپرد کر دیا کہ ایک امیر ہوگا اور یہ نا اتفاقی سے امت بچ جائے گی تو وہ کہنے لگا کہ حسن بھائی! کیا بات کرتے ہو تمہیں تو حکومت جچتی ہی نہیں تھی اور نہ امیر معاویہ کو جچتی ہے تم تو خواہ مخواہ دونوں چچا بھتیجا شور کر رہے ہو۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا کہتا ہے تیسرا تو کوئی حکومت کا دعوے دار ہی نہیں ہے نہ کوئی سامنے ہے نہ لوگوں نے کسی کا نام لیا تو انہوں نے فرمایا تو پھر کس کو جچتی تھی کہنے لگا جچتی تو لیلیٰ کو تھی۔ تو آپ نے فرمایا انت مجنون۔ تو پاگل ہو گیا ہے تو وہ اُس کا نام قیس سے مجنون پڑ گیا۔ انہوں نے فرمایا تھا انت مجنون۔ تو پاگل ہے کہ تجھے سوائے لیلیٰ کے کچھ نظر نہیں آتا۔ حکومت سے لیلیٰ کا کیا کام۔ تو تو دیوانہ ہو گیا ہے یہ حال تو اُن لوگوں کا ہے جنہوں نے بندے سے عشق کیا ہے۔

اللہ سے کوئی عشق کرے اُس کا کیا ہونا چاہئے۔ تو میرے بھائی اللہ قبول کر لے تو ایک تسبیح نجات کے لئے کافی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ زندگی میں کسی کی ایک تسبیح اللہ اکبر کہنا بھی تسبیح ہے۔ یا اللہ کہنا بھی تسبیح ہے سبحان اللہ بھی تسبیح ہے ایک تسبیح ساری زندگی میں قبول ہو گئی نجات کے لئے کافی ہے۔ میں بات نجات کی نہیں کر رہا میں اُس سے ذرا آگے کی بات کر رہا ہوں کہ وہ جو درد جو محبت جو عشق دیا تھا نبی کریم ﷺ نے وہ کہاں ہے ایک خزانہ تھا جس کے امین تھے ہم۔ جس سے سربلند تھے ہم۔ جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا۔ **جس سے ہم دنیا کے حکمران بھی ہوئے جس سے ہم شہنشاہ وقت بھی کہلائے جس سے ہم زمانے کی زینت بھی بنے۔ جس سے ہم نے انصاف کو عام کر دیا۔ وہ دولت کہاں گئی وہ کیا ہوا؟**

میرے بھائی! میری بات کا آپ کو پتہ نہیں آپ کے دل کا میں نہیں جانتا۔ زبان سے کہہ رہا ہوں دل میں کیا ہے یہ وہ جانتا ہے آپ کیا کر رہے ہیں دل میں کیا ہے یہ بھی وہی جانتا ہے لیکن وہ بڑا بے نیاز ہے ہم نے تو زندگی میں بارہا دیکھا ہے اپنے سے پہلوں میں بھی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسے لوگ تھے جنہوں نے برسوں ذکر کیا اور راندہ درگاہ ہو کر مرے۔ کفر پہ مرتے دیکھے۔ ہمارے ساتھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے بڑی محنتیں کیں بڑے مشاہدے تھے اور پھر انہوں نے اللہ کا انکار بھی کیا کہ کوئی اللہ نہیں ہے اور آپ نے بھی بے شمار لوگ دیکھے جنہوں نے برسوں عمریں لگا دیں اور پھر دھکے دے کر نکال دیئے گئے کیوں ہوتا ہے ایسا۔ آدمی گھنٹہ مزدوری کرے اُسے اجرت دی جاتی ہے دھکے تو نہیں دیے جاتے اور برسوں مزدوری کرے تو اُس کی سب کچھ غارت کیوں کر دی جاتی ہے وہ نہیں کرتا وہ تو بڑا کریم ہے خود ہی کیچڑ تھوپتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم سیمنٹ کی دیوار بنا رہے ہیں ذرا سا دباؤ پڑتا ہے تو گر جاتی ہے۔ رسمیں نبھاتے رہتے ہیں اس میں بھی دنیا تلاش کرتے ہیں اس میں بھی اُن کیفیات سے آشنا نہیں ہوتے۔ سمجھتے ہیں یہ بھی دنیا کمانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پیر صاحب بن جائیں گے مولانا بن جائیں گے لوگ نذر نیاز دیں گے مفت کا پیسہ آ جائے گا یہ سوچ کیوں آتی ہے؟ اس لئے کہ وہ درد عشق نہیں ہوتا ایک دنیوی رسم

ہوتی ہے ساتھ ملنے کی۔ وہ جو درد عشق ہوتا ہے وہ نہیں ہے۔ اپنا حساب آپ کرو یار! اپنا محاسبہ خود کرو۔ ایک بات حتمی ہے کہ بات درد سے بنے گی۔ بات کچھ دینے سے بنے گی۔ ہمارے پاس دینے کو تو ہے ہی کچھ نہیں۔ یہی دے سکتے ہیں کہ لوگ سور ہے ہیں اور ہم اٹھ جائیں۔ ہمارا یہی جہاد ہے لوگ بھاگ رہے ہوں اور ہمیں سجدے کی توفیق نصیب ہو جائے۔ لوگ حرام حلال جمع کرر ہے ہوں اور ہم حرام سے بچ جائیں یہ **ایک کیفیت ایک درد ایک کسک سی دل میں آجائے کہ بات رب سے نہ بگڑے، اللہ کے نبی ﷺ سے نہ بگڑے پھر تو بات بن گئی اور یہ احساس نہ رہا تو رسم دنیا ہے آتے ہیں لوگ چلے جاتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔** رسم دنیا میں تو آپ دیکھتے ہیں لوگ کتنی سیاسی جماعتوں میں جاتے ہیں کتنی جگہیں بدلتے ہیں۔ کوئی کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے یہاں سے وہاں چلا جاتا ہے یہ چلتار ہتا ہے دنیا میں لیکن عشق و محبت میں یہ نہیں چلتا۔ طلب و آرزو میں یہ نہیں چلتا۔ تو میرے بھائی! اپنے آپ سے باتیں کرو، اپنے آپ سے سوال کرو، اپنے آپ سے جواب تلاش کرو اور **میری تو آرزو بھی یہ ہے دعا بھی یہ ہے خواہش بھی یہ ہے اور مشورہ بھی یہ ہے اپنے اللہ اور اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کھرے کھرے ہو جائیو۔ کوئی ایچ پیچ نہ رہے درمیان میں کوئی پردہ حجاب نہ رہے کوئی بات چھپی نہ رہ جائے۔ سینہ کھول کے رکھ دیں اب آگے اُن کی مرضی کسی کو کیا دیتے ہیں وہ خوب جانتا ہے اور جس کو جتنا دیتا ہے اُس کی حیثیت سے زیادہ ہی دیتا ہے اُس کی بارگاہ سے کسی کو کم نہیں ملتا۔**

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

یہ ایسی بارگاہ ہے کہ پھٹے دامن کو بھی وسعت دے کر سی کر دوبارہ بھر دیتے ہیں۔ اس بات پہ نظر رکھو کہ یہ درد یہ کیفیت یہ طلب دل میں آئے اور بڑھتی رہے ترقی کرتی جائے۔ اس آرزو میں جئیں اس آرزو میں مر جائیں اس آرزو میں اٹھیں۔ اللہ کریم ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ دانستہ نادانستہ غلطیوں کی معافی دے اور ہمیں بھی درد دل عطا کردے اپنا عشق اور اپنے حبیب ﷺ کا عشق عطا کردے اور وہ کریم ہے اُس کے کرم سے کچھ بعید نہیں۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

ہم دنیا کو کیا دے رہے ہیں!

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 11-10-2006

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

کسی کو کہیں کوئی اشتباہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اُس کے اپنے علم میں یا مزاج میں نقص ہے اُس کے شعور میں یا اُس کی سمجھ میں کمی ہے۔ قانون قدرت یہ ہے کہ جتنے بھی انبیاء علیھم السلام مبعوث ہوئے ہر نبی کے ذمے جو کچھ پیغام پہنچانا تھا جو طریقہ کار عبادات کا معاشرت کا اخلاقیات کا انسان زندگی کا جو معیار جو طریقہ کار اللہ کریم نے اُسے عطا فرمایا تھا، ایمانیات، اللہ اور اُس کے فرشتے، آخرت، اللہ کا نبی، کتاب، ایمانیات بھی اور احکام بھی دنیا سے کوئی نبی ایسا تشریف لے کر نہیں گیا جس نے من وعن، پورے کے پورے پہنچا نہ دیے ہوں۔ کوئی بھی نبی اپنا کام ادھورا چھوڑ کر نہیں گیا۔ یہ الگ بات کہ کسی کی بات پوری قوم نے سُنی، کسی کی آدھے لوگوں نے مانی، کسی کی پانچ دس نے مانی اور کسی کی بات ایک نے بھی قبول نہیں کی۔ لیکن انبیاء علیھم السلام نے پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑی اور نبی تب تک دنیا سے نہیں اُٹھتا جب تک وہ اپنا جو اُس کے ذمے دین پہنچانا ہے پورا پہنچا نہیں لیتا یہ قانون ہے قدرت کا۔

آقائے نامدار ﷺ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے تمام نبیوں کے امام ہیں، سب کے سردار ہیں، ساری انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے اور قیام قیامت تک کے لئے جتنی مخلوق آرہی ہے جارہی ہے سب کے لئے نبی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ اس لئے آپ ﷺ نے جو دین سکھایا وہ اتنا معتدل، اتنا صحیح، اتنا آسان اور اتنا قابل عمل ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے لیکر قیامت تک دنیا میں جتنی تبدیلیاں بھی آئیں وہ اپنی جگہ اٹل اور قابل عمل رہے گا۔ آج بھی نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کل بھی نبی رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے۔ آج بھی دین وہی ہے جو حضور ﷺ نے سکھایا کل بھی وہی ہوگا۔

اب اس میں کچھ لوگوں کو اعتراضات ہوتے ہیں عجیب طرح کے ہوتے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ وہ اعتراض یا خامی دین میں نہیں ہوتی معترض کے اپنے شعور میں اور اُس کی سمجھ میں ہوتی ہے۔ بے شمار حقائق ایسے ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں ارشاد فرمائے لیکن اُن میں بہت کم ایسے ہیں جن تک آج تک سائنس پہنچی ہے اور اُس نے قبول کیا ہے کہ یہ بات اس طرح سے ہے اور ابھی بے شمار ایسی حقیقتیں ہیں جہاں تک سائنس پہنچ ہی نہیں سکی۔ تو جہاں تک سائنس نہیں پہنچی، جو سائنس کی سمجھ میں نہیں آتا وہاں سائنس دان یا اہل سائنس اعتراض کرتے ہیں لیکن اُنہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دین ایک اٹل حقیقت ہے اور سائنس انسانی دماغ کی اپروچ ہے۔ آج ایک اُصول طے کرتی ہے کل دوسرا اُس کا انکار کر دیتا ہے وہ اُصول بدل جاتا ہے کل دوسرا ہو جاتا ہے۔ سائنس کی تاریخ پڑھیں تو کتنے حقائق سائنس نے ماننے کے لئے کہا لوگوں سے منوایا اور پھر خود اُن کا انکار کر دیا کہ یہ غلط ہے دوسرا ریزلٹ آگیا ہے لہٰذا سائنس کے حوالے سے اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمجھنے کی ضرورت

ہے۔ جب ہر چیز واضح ہے اور تمام احکام واضح ہیں تو اُن پر کس طرح سے عمل کرنے میں کوئی آسانی ہو۔ چونکہ حق و باطل کا مقابلہ رہتا ہے ہمیشہ۔ روشنی و تاریکی کی آمد و شد رہتی ہے۔ ہم مادی دنیا میں رہتے ہیں ہمارا وجود مادی ہے اور اُس کی بے شمار ضروریات مادی ہیں اور اُن کی تکمیل کے ذرائع مادی ہیں۔

ہم بدن کی سہولتوں کے لئے بدن کے آرام کے لئے بدن کی خواہشات کی تکمیل کے لئے احکام شرعی کو بھول جاتے ہیں اور اپنی عقل یا اپنی سوچ یا اپنی فکر یا اپنا نفس کہہ لیجیئے اُس کے مطابق اپنی کوششیں کرتے ہیں۔ نفس کے ساتھ شیاطین بھی شامل ہو جاتے ہیں مشورہ دینے میں کچھ تو وہ لوگ ہیں جو کلی طور پر اِس سے بھی نکل گئے اُنہوں نے دین کی پرواہ نہیں کی لیکن ایک بڑا طبقہ مسلمانوں کا وہ ہے جو خود کو دین دار کہلاتا ہے سمجھتا بھی ہے اور ممکن حد تک نماز روزہ کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ جو خلوص نیت اور جو ہماری کوششوں اور کاوشوں میں خلوص حصولِ دنیا کے لئے ہوتا ہے وہ دین کے لئے نہیں ہوتا۔ دین کے شعبے میں ہم خانہ پُری کرتے ہیں۔ داڑھی بڑھا لیتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، کوشش کرتے ہیں لیکن وہ خلوص وہ درد جس کے لئے ہم حصولِ دنیا میں کوشاں ہوتے ہیں وہ اِدھر نہیں پایا جاتا۔ بہت کم خوش نصیب وہ ہیں جو سارا درد دین پر عمل کرنے میں لگاتے ہیں اور دنیا میں گزارا کرتے ہیں۔ اکثریت اُن مسلمانوں کی ہے جو دین میں گزارا کرتے ہیں اور سارا خلوص اتباعِ دین میں خرچ کرتے ہیں اور حصولِ دنیا کے لئے اپنا گزارا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ایک ارشادِ عالی کا مفہوم یہ ہے کہ دو میں سے ایک طرف نقصان ہوتا ہے یا دین میں یا دنیا میں۔ اگر آپ سارا خلوص اتباعِ دین میں لگا دیں گے تو دنیوی امور میں آپ ممکن ہے نقصان میں رہیں کہیں خامی رہ جائے کہیں کمی رہ جائے اور سارا خلوص دنیا میں لگا دیں تو یقیناً اتباعِ دین میں کمی رہ جائے گی تو ایک طرف نقصان ہوتا ہے۔

اب یہ سارے کا سارا خلوص جو ہے اولیت جو ہے جسے آپ ''Priority'' کہتے ہیں کہ سب سے مقدم سب سے پہلے وہ دین ہونا چاہیے۔ یہ کیسے ہو؟ اُس کے کرنے کے لئے ہم حوصلہ کہاں سے لائیں؟ ایک یہ بات ہم میں بڑی غلط العام ہو چکی ہے اور ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ جی دین پر عمل کا اَجر تو ملے گا آخرت میں اور دنیا تو سامنے ہے۔ یہ بات بڑی غلط ہے! دین کے ہر عمل کا اَجر اُسی وقت ملتا ہے۔ جو آخرت میں ملے گا وہ تو الگ ہے نا۔ جس طرح دنیا کے کام کا ریزلٹ آتا ہے کبھی اُمید کے مطابق کبھی اُمید سے کم کبھی اُمید سے زیادہ۔ جیسے ہم کھانا کھاتے ہیں بھوک مٹ جاتی ہے۔ پانی پیتے ہیں پیاس مٹ جاتی ہے۔ فصل بوتے ہیں فصل نصیب ہوتی ہے۔ کاروبار کرتے ہیں، پیسہ خرچ کرتے ہیں پیسہ آتا ہے۔ جس طرح دنیا کا کام ہے اِس میں پھر تھوڑی سی تاخیر اور ڈیلے DELAY ہو جاتی ہے۔ وقت خرچ ہوتا ہے دین کے ہر حُکم پر عمل کرنے کا اَجر نقد اور فوراً مل جاتا ہے اور اگر نہیں ملتا تو اِس کا مطلب ہے کہ دین پر عمل کرنے میں کہیں نیت میں کوتاہی ہے یا خلوص میں کوتاہی ہے یا عمل کرنے کا طریقہ صحیح نہیں ہے۔ اتباعِ رسالت ﷺ یا سنت کے خلاف کہیں کوئی کمی ہے کہ اُس سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ قرآن حکیم نے بھی بتا دیا متعدد آیات میں مثلاً عبادات کے بارے میں آپ دیکھ لیں فرمایا۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ ہم نے صلوٰۃ کو نماز کے ساتھ پابند کر دیا۔ صلوٰۃ سے مراد عباداتِ الٰہی ہے اور ہر حکم کی اطاعت عبادت ہے۔ جس بھی حکم الٰہی کی اطاعت کی

جائے وہ عبادت شمار ہوگی۔ تو پہلا پہلا انعام جو ملتا ہے اسلام پر عمل کر نے کا، محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنے کا جو پہلا انعام ہوتا ہے وہ ہوتا ہے بے حیائی اور بُرائی سے آدمی بچنے لگتا ہے یہ تو نقد ہوا نا۔ اَب اگر ہم رُکتے نہیں ہیں تو اِس کا مطلب ہے کہ ہم اُس اتباع میں کہیں کمی کر رہے ہیں۔ یا طریقہ کار میں خامی ہے یا نیت میں کمی ہے یا خلوص میں کمی ہے کہیں کچھ ''مِسنگ لنک'' ہے۔ دین کے ہر عمل کا اُجر نقد ملتا ہے ہر تسبیح اپنے ساتھ ایک الگ کیفیت لاتی ہے۔ ہر کلمہ حق ہر نیک عمل اپنے ساتھ ایک الگ قسم کا لطف اور ایک الگ قسم کا درد اور ایک الگ قسم کی توجہ لیے ہوئے ہوتا ہے بعض اوقات ہماری طرف سے کمی ہوتی ہے۔ ملتا ہی کچھ نہیں اب کھوٹا روپیہ لے کر جائیں تو کیا ملے گا؟ جب نیت میں خلوص نہیں ہوتا تو سکہ ہی کھوٹا ہوتا ہے، ملتا ہی کچھ نہیں بعض دفعہ کم ہوتا ہے اور محنت اور کوشش اور خلوص کم ہوتا ہے ہوتا ضرور ہے اُس پہ کم ملتا ہے ہمیں محسوس نہیں ہوتا۔ بعض اوقات بہت زیادہ بھی ملتا ہے لیکن ہم اُسے محسوس نہیں کر پاتے۔ بعض اوقات ایک چھوٹا سا نیک عمل کسی بہت بڑی برائی سے بچانے کا سبب بن جاتا ہے تو جب اللہ اُسے ہمارے راستے سے ہٹا دیتا ہے اور مصیبت ہمارے سامنے نہیں آتی تو ہم محسوس نہیں کرتے کہ اسی چھوٹے سے عمل سے میں کتنی بڑی مصیبت سے بچ گیا ہوں۔ لیکن سب کچھ نقد ملتا ہے اللہ کریم اُدھار نہیں فرماتے نیکی کافر کی جو ہے وہ بھی ضائع نہیں جاتی اگر کافر نیکی کرتا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اُس کی نیکی اُسے دنیا میں لوٹا دی جاتی ہے اُس کا عمل اُسے دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔ اب کافر کا چونکہ اللہ پہ یقین نہیں ہے، آخرت پہ ایمان نہیں ہے تو ظاہر ہے اگر وہ نیکی کرتا ہے تو دنیا کے لئے کرتا ہے یا کسی مصیبت سے بچنے کے لئے یا کسی بیماری سے بچنے کے لئے یا نیک نامی کے لئے کسی نہ کسی دنیوی کام کے لئے کرتا ہے اُس کا وہ دنیوی کام بھی پورا فرما دیتا ہے، نیکی کو ضائع نہیں فرماتا۔ بے شمار کافروں نے کسی نے خیراتی ہسپتال بنا دیا کسی نے تالاب و جوہڑ بنا دیے کسی نے راستہ بنا دیا ابھی تک موجود ہیں اُس بنانے کا اُن کو دنیا میں اُجر دے دیا جاتا ہے اور اگر نیکی کافر کی ضائع نہیں ہوتی تو مومن کی نیکی کیوں ضائع ہوگی! فوراً اُس کا معاوضہ ملتا ہے۔ جو آخرت کو ملے گا وہ مزید اُس کی عطا ہوگی۔ سارے کا سارا اُس کی طرف سے انعام ہوگا۔ تو نیک عمل کا فوری اُجر اصلاحِ احوال ہے بندہ سُدھر تا جاتا ہے۔

یہ جو مزید محنت ہم کرتے ہیں اللہ کی یاد کی اللہ کے ذکر کی اِس سارے کا حاصل یہ ہے کہ وہ خلوص جو اتباعِ رسالت میں اتباعِ شریعت میں چاہیے وہ مِل جائے۔ اِس کا یہ حاصل نہیں ہے کہ ہم پیر صاحب بن جائیں، اِس کا یہ حاصل نہیں ہے کہ اب دنیا میں وہ ہونے لگے جو ہم کہیں۔ نہیں، وہی ہوگا جو وہ چاہتا ہے۔ دعا ایک عبادت ہے ہم دعا کر سکتے ہیں ہر کام کے لئے لیکن ہم اللہ کو مشورہ نہیں دے سکتے اور نہ وہ ہمارا مشورہ ماننے کا پابند ہے۔ اور نہ ہماری یہ اہلیت ہے کہ ہم اُس کے اُمور میں مداخلت کریں۔ انسان کی یہ اہلیت نہیں ہے ہاں دعا مانگنا عبادت ہے اُسے پسند ہے ہر کام کے لئے ہر بات کے اُس سے عرض کرو۔ کرتا وہ اپنی مرضی سے ہے۔ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے اور دعا بھی تقدیر ہے۔ جو دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ بھی اچانک نہیں ہوتیں یہ ازل سے اللہ کے علم میں ہے اور مقرر ہے کہ فلاں یہ دعا کرے گا اور اُس کی دعا قبول فرمائی جائے گی کوئی بات اچانک ایسی نہیں ہوتی جو اللہ کے علم میں یکدم سے آجائے۔ پہلے نہیں اور آج آگئی ایسا نہیں ہوتا، دعا بھی تقدیر ہے۔

اصل بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں یہ سعادت بخشی۔ نبی کریم ﷺ نے

جہاں دین پہنچایا وہاں ایک قلبی قوت بھی عطا فرمائی جس نے فوراً اُن بندوں کو ایسا تبدیل کر دیا کہ جو سو فیصد دوسری طرف تھے وہ اُس سو فیصد سے زیادہ کوئی ایک سو پچاس فیصد اس طرف آ گئے۔ جن کی ساری زندگی کا حاصل دنیا تھی اُن کے ایک ایک کام کا حاصل دین ہو گیا۔ جو لوٹ کر کھاتے تھے وہ لٹوانے پہ آ گئے۔ جو قاتل کہلاتے تھے وہ لوگوں کی جانیں بچانے لگ گئے یہ سب کیسے ہوا، کوئی نئے لوگ آئے، کوئی باہر سے بندے منگوائے گئے یا آسمانوں سے اُترتے۔ نہیں، وہی لوگ تھے ایک کیفیت تھی قلب اطہر رسول اللہ ﷺ میں جس نے کلمہ پڑھا حضور ﷺ کی نظر اُس پر پڑی یا اُس کی نظر آپ ﷺ کے وجود عالی پر پڑی وہ دِل سے دِل میں ایک بجلی سی چمک گئی۔ دِل بدل گئے، سوچ بدل گئی، کردار بدل گیا، بندہ بدل گیا۔ حُلیہ وہی ہے، رنگ وہی ہے، قد وہی ہے لیکن بندہ سارے کا سارا بدل گیا۔ یہ ہے برکات محمد رسول اللہ ﷺ ہر نبی جس نے دین سکھایا اُس نے وہ کیفیات بھی قلب بھی عطا کیں۔ جو اُس کی صحبت میں آیا اسے دین پر عمل کرنے کے لئے خلوص اور صفائے قلب بھی عطا ہو گیا۔ اور نبی کریم ﷺ تو سراجاً منیر ہیں۔ آپ ﷺ کی روشنی تو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اور نور ہے کہ مسلسل برس رہا ہے۔ اب بات یہ ہے کہ دامن تار تار ہے، سمت صحیح نہیں ہے، پیٹھ پھیرے کھڑے ہیں تو یہ جو محنت ہم کرتے ہیں یہ ہے کہ اپنا دامن مرمت ہو جائے، اپنی سمت صحیح ہو جائے اور ابر کرم کے چند قطرے ہمارے دل میں بھی آ جائیں۔ وہ کیفیت آ جائے جس سے دین پر عمل کرنا محبوب ہو جائے۔ وہ کیفیت آ جائے جس سے دین کے خلاف کرنا جو ہے وہ مشکل ہو جائے۔

اب ہمارا امتحان یہ ہے کہ ہم خود ہی اپنے ممتحن ہیں خود ہی ایگزامینر ہیں ہم خود ہی جج ہیں اور یہی بات قیامت کو ہو گی فرمایا جائے گا۔ کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا تم اپنے جج خود ہو یہ تمہارا اعمال نامہ ہے اور یہ زندگی میں تم نے فیصلے لکھے ہیں کہ مجھے یہ کرنا ہے یہ نہیں کرنا ہے یہ تمہارا فیصلہ ہے اب اُس کا نتیجہ بھگتو۔ اگر حق ہے تو حق ہے اگر غلط فیصلے لکھتے رہے تو اُن کی سزا بھگتو۔ آج بھی ہم اپنے جج ہیں۔ اُستاد کا کام ہے کہ وہ یکساں خلوص کے ساتھ تمام طالب علموں کو تربیت دے ایک درد دل کے ساتھ سب کے لئے محنت کرے ایک جیسی شفقت اور ایک جیسی محبت کے ساتھ سب کو جو وہ دے سکتا ہے وہ دے۔ لیکن طالب سارے کبھی ایک جیسے نہیں ہوتے ہر ایک کی استعداد الگ ہوتی ہے اور ہر طالب علم اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرتا ہے۔ اس میدان کا ممتحن بھی وہ طالب علم خود ہے اب اُسے خود دیکھنا ہے کہ کل میں کیا تھا میں نے رات بھی بسر کی، دو ذکر مجھے رات کو ملے دو ذکر مجھے سحری کا ملا اور فجر کا ملا چار ذکر میں نے اُستاد کے ساتھ کیے ہیں۔ اب اسے خود اندازہ لگانا ہے کہ اس سے کچھ بگڑا سنورا ہے، کوئی تبدیلی میری فکر میں آئی ہے، میری باتوں میں کوئی تبدیلی کوئی سچ سے محبت جھوٹ سے نفرت کوئی اتباع شریعت سے پیار اور خلاف شریعت سے نفرت کچھ ہوا ہے اور نہیں ہوا تو پھر کیوں نہیں ہوا۔ چونکہ اُستاد پلے سے تو کچھ نہیں دیتا۔ جب تک سورج طلوع و غروب ہوتا رہے گا تب تک ارشادات نبوی ﷺ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کا دین باقی رہے گا۔ جب تک دین باقی رہے گا تب تک برکات محمد رسول اللہ ﷺ تقسیم ہوتی رہیں گی۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ دنیا یہ ایسا ہو گا جو ان برکات و کیفیات کو تقسیم کرتا رہے گا اور بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں یہ لوگ

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں   آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

یہ بڑے عجیب لوگ ہوتے ہیں اور ایک بات سب میں ہوتی ہے اول

وآخرایک بات سب میں ہوتی ہے کہ ساری دنیا اُجڑ جائے وہ دامان محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتے اُن کا اپنا کچھ بھی نہ رہے وہ دامان رحمت ﷺ کو چھوڑتے نہیں بلکہ چھوڑنے کا سوچ نہیں سکتے۔ چھوڑنا تو دور کی بات ہے وہ سوچ نہیں سکتے۔ زندگی خطرے میں ہے دنیا اُجڑ جائے گی، جو ہوتا ہے وہ ہوتا رہے اور یہ بہت کم کم ملتے ہیں۔

آپ نے نہروں میں دیکھا ہوگا کہ جب نہر کا پانی سست ہو جاتا ہے تو وہاں پھر انجینئرز ایک ایسی سلوپ بنا دیتے ہیں جس سے اُسے پھر سپیڈ لگ جاتی ہے جسے ہم اپنی زبان میں ''جھال'' کہتے ہیں۔ کہ جی نہر کی جھال بن گئی۔ وہ سطح پہ جاتے جاتے آگے تھوڑی سی اور گہرائی دے کر اُسے تھوڑا سا تیز کر دیتے ہیں آگے پھر بے شک لیول وہی ہو جائے لیکن وہاں سے جب پانی نکلتا ہے تو تھوڑی سی رفتار لے لیتا ہے۔ برکات کا عالم بھی یہی ہے کہ چلنا ہے انہیں قیام قیامت تک تو اللہ کریم جب لوگ محروم ہونے لگتے ہیں تو وہاں ایک جھال بنا دیتے ہیں اور کبھی کبھی تو پورے ڈیم کا گیٹ کھول دیتے ہیں اور یہ بہت کم ہوتا ہے۔ چودہ سو سال کے بعد جو دروازہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں کھلا چودہ سو سال کی تاریخ تصوف میں یہ نہیں ملتا۔ اور میں نے یہ بات آج نہیں کی بڑی دیر سے کہتا ہوں۔ بڑی دیر سے جانتا ہوں۔ لوگوں کو اس پر اعتراض بھی ہوا مجھے علماء نے لوگوں نے لکھا بھی کہ جی آپ اپنے شیخ کی عقیدت میں بہت زیادہ کہہ جاتے ہیں لیکن میں نے کہا یہ میری عقیدت نہیں ہے یہ حقیقت ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر اُس کے ساتھ کا پھر اُس کے ساتھ کا۔ صحابہ کا تابعین کا۔ یہ تین زمانے جو ہیں انہیں حضور ﷺ نے ''خیر القرون'' فرمایا۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثمہ الذین یلونهم۔ اوکما قال رسول اللہ ﷺ۔ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر میرے ساتھ کا پھر اس کے ساتھ کا۔ کیا بہتری ہے ان میں؟ عہد نبوی ﷺ میں مرد عورت بچہ بوڑھا امیر غریب پڑھا لکھا ان پڑھ فقیر جو بھی بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچا صحابی ہو گیا۔ نابینا تھا حضور ﷺ کی نظر کرم پڑ گئی، صحابی ہو گیا۔ عہد صحابہ میں جو بھی صحابی کی خدمت میں پہنچا تابعی ہو گیا۔ تیسرے زمانے میں تابعین میں جو بھی تابعین کی خدمت میں پہنچا تبع تابعی ہو گیا۔ تبع تابعین کا الگ دور ہے، تابعین کا الگ ہے، صحابہ کا الگ ہے، یہ بہترین زمانے ہیں۔ اُس کے بعد آپ مجھے چودہ صدیوں کی تاریخ میں کوئی ہستی دکھائیں کہ جس کے پاس جو گیا وہ مرد ہے یا عورت، امیر ہے یا غریب، پڑھا لکھا یا ان پڑھ جو بھی اُس کے پاس گیا وہ ذاکر ہو گیا کوئی بندہ بتائیں۔ چودہ سو سال کی تاریخ میں کسی ہستی کا نام لیں۔ ایسا نہیں ہوا۔ تبع تابعین کے بعد خال خال لوگوں نے ان کیفیات کو حاصل کیا اور اکثریت صرف اُن کے ساتھ رہ کر اُن سے پوچھ کر عمل شریعت پر ضرور کرتی رہی لیکن یہ کیفیات ہر دل میں نہیں پہنچیں۔ بڑے بڑے بزرگ جن کے نام لیتے ہوئے زبان تھرا جاتی ہے واقعی اللہ کے بہت بڑے مقرب بندے تھے لیکن جب کیفیات کی بات آتی ہے تو اُن کے پاس لاکھوں لوگ گئے اُن سے لاکھوں لوگوں نے ہدایت پائی، شریعت پر عمل کیا لیکن کیفیات قلبی پانے والے تین چار پانچ نکلے۔ چودہ سو سال بعد اللہ کریم نے ایک اتنی بڑی جھال بنائی کہ پھر سے اس کو ایک عام روانی دے دی کہ ہر آنے والا کیفیات پائے وہ مرد ہے یا عورت وہ بچہ ہے یا بوڑھا میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں پانی بھرنے والے کو فنا فی الرسول ﷺ پایا۔ ہمارے دیہات میں عموماً مساجد میں جو خادم ہوتے وہ سب سے زیادہ بے نماز ہوتے ہیں۔ صفائی کی چلے گئے۔ پانی بھرا چلے گئے۔ لیکن جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں پانی بھرا کرتا تھا۔ میں نے اُسے بھی فنا فی الرسول

ﷺ پایا پھر جو بھی گیا وہ بدکار تھا وہ نیک تھا، وغریب تھا، وہ امیر تھا، وہ بھلا تھا وہ بُرا تھا۔ جو کچھ تھا پہلے تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو خالی نہ لوٹا۔ کیا یہ بات کہیں تاریخ تصوف میں تابعین کے بعد ملتی ہے! نہیں ملتی اور یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ اُس کا اپنا احسان ہے۔ اب یہ ہماری استعداد ہے کہ ہم اس سے کیا حاصل کرتے ہیں۔ کسی نے اس کو شہرت کا ذریعہ بنانا چاہا۔ کسی نے اس پہ چندہ اکٹھا کرنا چاہا کسی نے اپنے آپ کو پیر منوانا چاہا۔ یہ بڑی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ ایسی باتیں ہیں جیسے بندہ ہیرے دے کر خاک خریدے ہیرے دے کر پتھر خریدے۔ یہ تو جو ہر نایاب ہے یہ تو ایک ایسی بات ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے اور یہ ایسا نسخہ کیمیا ہے کہ یہ مردے کو زندہ کر دیتا ہے۔ تو اس کے بدلے دنیا خریدی تو کیا خریدا۔

مزے کی بات یہ ہے عجیب بات یہ ہے کہ لوگوں نے فنا بقا تک مراقبات کیے تو پاگل ہو گئے۔ کسی نے سالک المجذوبی تک کیے تو پاگل ہو گئے۔ لیکن یہاں یہ جملہ صادق آتا ہے کہ ''اینجا مردانند دریاہا فرو برندو آروغ نہ زدن''

(کہ یہ تو مرد ہیں سمندر پی گئے اور ڈکار نہیں مارا)

سالک المجذوبی کو کھیل سمجھ رکھا ہے، یہ اتنا کھیل نہیں ہے آسان نہیں ہے۔ صوفیاء میں ایک قانون ہے کہ کوئی شخص کسی کو مراقبہ احدیت کرادے اَب اُس کے بعد اُس سے مزید پوچھنا یا کسی کرامت کا مطالبہ جہالت ہے۔ اتنا بڑا کام ہے یہ تو خیر اللہ کی عطا اور اُس کے اپنے نظام کا حصہ ہے کہ اُس نے پھر سے اِس دریا کو اُس طرح جاری کرنا چاہا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ سنت کہ ہر آنے والا نہ صرف دین سیکھے دردِ دل بھی لے کر جائے یہ سنت پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زندہ کی!

اب اِس کے بعد ہمیں اپنے آپ کو دیکھنا ہے کہ میرے کاموں میں کتنا خلوص ہے دنیا میں آگ لگی ہوئی ہے، میری وجہ سے کتنا امن ہوتا ہے لوگ ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں، میں کتنوں کے مسائل سلجھا سکتا ہوں، لوگ ایک دوسرے کو لوٹ رہے ہیں، میں کتنوں کی اصلاح کر سکتا ہوں! جہاں پہلے دہشت گردی ہو رہی ہے وہاں دس دہشت گرد مزید پیدا کر دینا کوئی کمال نہیں ہے، اسلام نہیں ہے۔ عملی زندگی میں اسلام تو جانور تک کو حقوق دیتا ہے۔ چہ جائیکہ دونوں کلمہ گو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جائیں۔ اسلام تو دنیا کو امن کا گہوارہ دیکھنا چاہتا ہے۔ تو میرے بھائی! میری گذارش یہ ہے کہ اِن اجتماعات کو رسمی نہ سمجھو۔ وہ بات گئی جو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھی۔ کبھی شاید یہ بھی نہ رہے گی جو آج ہمارے ساتھ ہے۔ قانون فطرت ہے کہ دریا جوں جوں آگے چلتے ہیں تو اُن میں کمی آتی جاتی ہے پھر کبھی جب چاہتا ہے کوئی نیا چشمہ اُٹھا دیتا ہے۔ اب وہ بات تو نہیں مل سکتی جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں تھی۔ بہر حال اللہ کا احسان ہے کہ کچھ ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا یہ کچھ بھی نہیں ہوگا، اِس سے کم ہوگا۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کیا کرو ہمارے کل اور ہمارے آج میں فرق ہونا چاہیے کہ ہم نے چار خوراکیں دوائی کی لیں۔ تو جو مزاج میں خرابی کل تھی وہ آج نہیں ہونی چاہیے یہ نہ دیکھو لوگ کیا کر رہے ہیں اور لوگ کیا کہتے ہیں۔ دین کے لئے سب سے بڑی روکاٹ یہ ہے کہ میں یہ کروں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ لوگوں نے آپ کا نہ حساب لینا ہے نہ لوگ آپ کو روزی دے رہے ہیں، نہ لوگ آپ کے جسم و جان کے مالک ہیں۔ صرف یہ دیکھو کہ میرا اللہ اور میرا حبیب ﷺ کیا فرمائیں گے۔ ہر کام اس نظر سے کرو کہ شریعت مطہرہ میں اس کی حیثیت کیا ہے۔ لوگ کیا کہتے ہیں لوگوں کو کہنے دو کیا بگڑے گا۔ جو لوگ لوگوں کی پرواہ کرتے ہیں وہ دین پر عمل نہیں کر پاتے۔ دین پر عمل کرنے کے

لئے ایک ہی معیار ہے کہ شریعت کیا کہتی ہے، اللہ اور اللہ کا حبیب ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ حتی الامکان میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر ساتھی تک جو برکات پہنچ سکیں وہ ضرور پہنچیں۔

یہ اللہ کا احسان ہے مجھے نہیں پتہ ہوتا کہ کس بندے نے لنگر میں کیا دیا ہے مجھے نہیں پتہ ہوتا کہ کون میرے لئے دوائی لے آیا ہے کس بندے نے مجھے کپڑوں کا جوڑا بھیج دیا ہے مجھے کوئی پتہ نہیں ہوتا اور نہ میں پتہ کرنا چاہتا ہوں۔ نہ میں کسی کی امیری غریبی یا کسی کی بزرگی اور اُس کی فقیری دیکھتا ہوں۔ کون کتنا بڑا عہدے دار ہے یہ چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جو بھی آتا ہے اُسے میں اللہ کا طالب سمجھتا ہوں اور اپنی طرف سے پورے خلوص کے ساتھ اُس کے لئے محنت کرتا ہوں۔ یہ کبھی مت سوچیے گا کہ زیادہ ملنے والے لوگوں کو میں زیادہ جانتا ہوں۔ بہت سے ایسے ساتھی ہیں جنہیں میں پہچانتا بھی نہیں لیکن برکات اُن تک بھی اُسی خلوص سے پہنچتی ہیں جس طرح جاننے والوں تک پہنچتی ہیں۔ یہ کبھی مت سوچیے گا کہ مجھے تو شاید پہچانا نہیں۔ وہ جانتا ہے جس نے پہچانی ہیں وہ ہر ایک کو جانتا ہے ہر ایک کے دل کا واقف ہے ہر ایک کی سوچوں کا واقف ہے اور یہ اُسی کا کام ہے اُسی کا نظام ہے ہم تو ایک پرزے ہیں آج اس کی عطا ہے کہ وہ مجھ سے کام لے رہا ہے کل جانے کون ہوگا۔ مجھے نہیں پتہ یہ اُس کو پتہ ہے وہ خود اپنے کام کو چلاتا ہے چلانا چاہے گا تو کسی کو دے دے گا، نہیں چلانا چاہے گا تو بند کر دے گا اُس کی اپنی مرضی ہے۔ اُس میں ہمیں تو کوئی دخل نہیں ہے

لیکن ہر لمحے کو غنیمت جانیے ہر سانس کو اُس کا انعام سمجھئے ہر سانس ایک نقدی ہے دل کی ہر دھڑکن ایک نقدی ہے وہ خرچ ہو رہی ہے اُس کے بدلے آ کیا رہا ہے! نقدی عمر کی نقدی دل کی دھڑکنوں کی نقدی سانسوں کی خرچ ہو رہی ہے مسلسل جس طرح مٹھی میں ریت لے لو تو وہ گرتی رہتی ہے گرتی رہتی ہے گرتی رہتی ہے آخر ایک وقت آتا ہے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ خرچ ہو رہی ہے اُس کے بدلے مل کیا رہا ہے ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ ہمارا ہر سانس خلوص کے ساتھ دین کے احیاء اور انسانیت کی فلاح کے لئے ہو۔ اب اُس کے بعد دنیا میں کیا ہوتا ہے جس کی دنیا ہے وہ جانے ہم کچھ کرنے کے مکلف نہیں ہیں کہ ہم زمانے کو بدل دیں اور وہاں سے یہ کر دیں اور وہاں سے وہ کر دیں۔ یہ تو وہ خود کر رہا ہے، وہ خود جانتا ہے لوگ کیا ہیں، اُن کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ اُسے پتہ ہے کس کو کس حال میں رکھنا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کو کب موت دینی ہے اور کس کو کب حیات بخشنی ہے وہ چاہے تو طوفانوں میں بندے کو سلامت رکھتا ہے اور چاہے تو بستے گھروں کو اُجاڑ دیتا ہے وہ قادر ہے جو ہمارے ذمے ہے وہ یہ ہے کہ ہم خلوص کے ساتھ اُس کی اطاعت کریں اور اُس کی مخلوق کی بہتری کے لئے سوچیں بھی اور کریں بھی۔ تو میرے بھائی! میری گذارش یہ ہے کہ اپنے آج اور کل کو ناپتے رہیے۔ اللہ کریم ہمیں خیر کی توفیق دے شر سے پناہ میں رکھے۔ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہمیں اس عظیم ہستی کی برکات سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆.....سلسلہ عالیہ کے ساتھی مس عائشہ سطوت کے بڑے بھائی احسان الحق قریشی وفات پا گئے ہیں۔

☆.....سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد وسیم نوشہرہ کے تایا جان وفات پا گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اکرم التفاسیر سے اقتباس......معیار ایمان

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 22-07-2006

الحمدللہ رب العلمین o

والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد والہ

واصحابہ اجمعین o

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

فلا وَ ربک لا یومنون حتی یُحکموک فیما شجر
بینھُم ثم لا یجدوا فی انفُسِھِم حرجاً مما قضیت
ویسلموا تسلیماً o النساء ۴۰

اللّٰھُم صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبکَ من زانت بہ العُصُروا

سورۃ النساء کی یہ آیہ کریمہ اللہ کریم کی طرف سے معیار ایمان بیان فرما رہی ہے اور اللہ نے اسے اپنی قسم کے ساتھ بہت زیادہ موکد کر دیا ہے۔

فلاوربک. آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم آپ ﷺ کے رب کی قسم ۔ لا یومنون. یہ ایماندار نہیں ہوسکتے ۔ حتیٰ جب تک یحکموک فیما شجر بینھُم جب تک آپس کے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو حکم نہ مان لیں ۔ اور پھر جو فیصلہ آپ ﷺ کریں یہ شرط اُس سے بھی زیادہ کڑی ہے کہ آپ ﷺ جو بھی فیصلہ فرما دیں وہ اُن کے حق میں جائے یا اُن کے خلاف جائے نہ صرف بظاہر اُسے تسلیم کریں بلکہ ثُم لا یجدوا فی انفُسِھم حرجاً مما قضیت. آپ ﷺ جو فیصلہ کریں اُس کے متعلق اُن کے دل میں بھی کوئی رنجش کوئی شکایت کوئی خلش نہ ہو ۔ ویُسلمُوا تسلیماً o اور تسلیم کرنے کا حق ادا کردیں ۔

قرآن حکیم کا انداز ہمیشہ حکیمانہ ہوتا ہے ہم روزمرہ کے کاموں میں جو ہماری رائے ہوتی ہے اُس پہ ہم کوئی خاص ضد نہیں کرتے اُس پہ کوئی خاص دباؤ نہیں ہوتا لیکن جب ہمارا کسی سے جھگڑا ہو جاتا ہے کسی بات پر تو ہر بندہ اپنے موقف پہ ڈٹ جاتا ہے ۔ پھر وہ عدالت جائے یا کچہری جائے وہ کوشش کرتا ہے کہ میری بات مانی جائے اور مجھے سچا سمجھا جائے اور میرے حق میں فیصلہ ہو اس کے لئے وہ خرچ بھی کرتا ہے ۔ وکیل کرتا ہے مہنگے سے مہنگا وکیل کرتا ہے چونکہ جھگڑا تب ہوتا ہے جب دو آدمیوں کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے ایک آدمی کچھ اور چاہتا ہے دوسرا اُس کے خلاف چاہتا ہے پھر جب اُس پہ زیادہ زور دیا جاتا ہے اور ہر آدمی اپنی ہی بات منوانا چاہتا ہے تو یہ جھگڑے کی بنیاد بنتی ہے ۔ جب جھگڑا ہوتا ہے تو لوگ اُس بات کو پالنے کے لئے اپنی بات رکھنے کے لئے مرنے پہ تیار ہو جاتے ہیں ۔ اللہ رب العزت نے اپنی قسم کھا کر فرمایا کہ پروردگار اس بات پہ گواہ ہے ۔ رب العلمین اس بات پہ گواہ ہے کہ عام حالات کو تو چھوڑیں ۔ اگر دو آدمیوں میں جھگڑا بھی ہو جائے دو خاندانوں میں جھگڑا ہو جائے دو افراد میں جھگڑا ہو جائے اور دونوں اپنی اپنی جگہ پہ مرنے مارنے پہ تُل جائیں تو ایمان اس کا نام ہے کہ دونوں یہ کہہ دیں کہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کا ہوگا ۔ میری

رائے یہ ہے دوسرا کہتا ہے میری رائے یہ ہے۔ دونوں کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں لیکن تقاضا ایمان یہ ہے کہ حقیقتاً حق وہ ہے جو حضور ﷺ فرمائیں۔ اور فرمایا یہ نہیں کہ پھر صرف مجبوراً یا دنیاداری کے لئے یا لوگوں کو دکھانے کے لئے آپ ﷺ کا فیصلہ قبول کرلیں نہیں۔ ثم لا یجدوا فی انفسِھم حرجاً مما قضیت.

آپ ﷺ جو فیصلہ فرمادیں اُس کے بارے میں اُن کے دل کے اندر بھی کوئی کھٹک نہ رہے۔ ویسلمو اتسلیماً اور ماننے جیسا ماننے کا حق ہے اگر کوئی فیصلہ مان بھی لیتا ہے لیکن اُس کے اندر رنجش رہ جاتی ہے کہ یار میری بے عزتی ہوگئی اور میری سبکی ہوگئی تو وہ ایماندار انہیں۔ اُس میں ایمان نہیں ہے اب آپ ایمان کا تقاضا دیکھیے اور رب العلمین نے جو معیار قرار دیا ہے وہ دیکھیے اور ہم اپنی زندگیوں پہ اُسے لاگو کر کے دیکھیں تو پھر اندازہ ہوگا کہ ہمارا ایمان کسقدر ہے۔ قرآن حکیم نے بات جھگڑے کی کی ہے، شجر کی کی ہے، تنازع کی کی ہے اور اس لئے کی ہے کہ جب کسی بات پہ تنازعہ ہوتا ہے تو دونوں فریق اپنی پوری قوت اپنی رائے پہ خرچ کرتے ہیں۔ اگر اُس میں بھی حضور ﷺ کا فیصلہ صدق دل سے نہ مانا جائے تو بندہ ایماندار نہیں ہے تو ہم جو روزمرہ کی باتیں کرتے ہیں۔ روزمرہ کے فیصلہ کرتے ہیں یہ مجھے کھانا ہے یہ مجھے خریدنا ہے یہ مجھے بیچنا ہے اس شخص سے میری دوستی ہے اُس سے میں ناراض ہوں اُس سے دشمنی ہے تو یہ تو روزمرہ کی معمول کی باتیں ہیں اگر ان میں ہم حضور اکرم ﷺ کی بات نہیں مانیں گے تو..........؟

ایک تصور دے دیا گیا ہے گناہ کا یہ جرم ہے یہ گناہ ہے پھر گناہ کی درجہ بندی کی گئی ہے یہ صغیرہ ہے یہ کبیرہ ہے یہ بڑا گناہ ہے یہ چھوٹا ہے۔ علمائے حق فرماتے ہیں کہ گناہ کا ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ دیکھا یہ جائے کہ نافرمانی ہے چھوٹی سی ہے مگر نافرمانی کسی کی ہے چھوٹی سی نافرمانی ہے مگر کسی کی نافرمانی ہے آپ ایک حرکت کرتے ہیں تحصیلدار کی عدالت میں وہ منع کر دیتا ہے کہ بھئی عدالت میں ایسا نہیں کرو۔ لیکن وہ حرکت آپ شاید ڈپٹی کمشنر یا سیشن جج کی عدالت میں کرنے کی جرات نہیں کریں گے اور پھر اگر ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ چلے جائیں تو آپ سوچیں گے بھی نہیں کہ میں ویسی ہی کر سکتا ہوں حرکت تو وہی ہے نا۔ وہ اگر معمول سی ہے تو وہی ہے وہاں کیوں نہیں ہوتی۔ حرکت چھوٹی ہے لیکن عدالت بہت بڑی ہے۔ وہاں دم کوئی نہیں مارتا۔ تو گناہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کی اگر نافرمانی ہے تو نافرمانی چھوٹی سہی لیکن بارگاہ کتنی بڑی ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے ارشاد عالی کے خلاف ہے آپ ﷺ کے فیصلے کے خلاف ہے جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا زندگی کا اسلوب یہ سارا فیصلہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا اور شرط ایمان یہ ہے کہ اُس فیصلے کو ماننے کا حق ادا کیا جائے اور حق کیسے ادا ہوتا ہے؟ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حق ایسے ادا ہوتا ہے کہ جان بھی چلی جائے عزت نفس چلی جائے مال چلا جائے دل میں شکایت نہ آئے اور اللہ کریم فرماتے ہیں کہ بظاہر مان بھی لے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ہے لیکن اُس کے دل میں شکایت پیدا ہو جائے کہ یار میری سبکی ہوگئی ہے میرا نقصان ہوگیا فرمایا اُس نے نہیں مانا۔ میں قبول نہیں کروں گا کہ اس نے مانا ہے۔ میں اُسے مومن بھی قبول نہیں کروں گا۔ اور اس پر میری عظمت کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔

کتنی معمولی سی بات ہم سمجھتے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے کام ہیں یہ نہ کئے تو کیا فرق پڑتا ہے تو یہ تو زندگی ایک بے اختیار زندگی بن جاتی ہے اور اسی بے اختیاری کا نام ایمان ہے جسے ہم بے اختیاری سمجھتے ہیں کہ میری اپنی رائے کی تو کوئی اہمیت نہیں رہی تو رائے تو آپ نے سرنڈر کر دیا آپ نے اللہ کو الہ مان لیا۔ آقائے نامدار ﷺ کی رسالت پہ

ایمان لایا۔ آپ نے تو غیر مشروط طور پر ہتھیار پھینک دیے کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے اللہ کا حکم ہے اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے میری رائے ختم ہوگئی۔ اسی کا نام تو ایمان ہے لیکن اگر اس کا دوسرا پہلو دیکھیں تو وہ اب یہ سوچ کا زاویہ ہے نا۔ ایک تو ہم یہ سوچتے ہیں کہ بھئی میرے پلے تو کچھ بھی نہ رہا۔ میری تو رائے ہی ختم ہوگئی۔ میرا تو اختیار ہی ختم ہوگیا لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ ایک عام آدمی ہے جسے محلے میں گلی میں کوئی نہیں جانتا جس کی کوئی اہمیت نہیں ہے جسے کوئی پوچھتا نہیں ہے لیکن اُس کے سارے پروگرام اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ ترتیب دیتا ہے کہ اب تم نے یہ کرنا ہے اب تم نے یہ کرنا ہے۔ اب تم نے یہ کرنا ہے تمہیں اُس کی بات سننی ہے اُس کی نہیں سننی یہ کھانا ہے یہ نہیں کھانا اب تمہیں سونا ہے اب تمہیں جاگنا ہے۔ اب تمہیں نماز ادا کرنی ہے یہ سارے چوبیس گھنٹے کا پروگرام اللہ اور اللہ کا حبیب ﷺ اُسے بنا کر دیتے ہیں تو یہ بے اختیاری تو نہیں یہ تو بڑی عظمت کی بات ہے انسان کی اس سے بڑی عظمت کیا ہوگی کہ کوئی اُسے جانے نہ جانے کسی کے نزدیک اُس کی اہمیت ہے یا نہیں، معاشرے میں کوئی اُسے اہمیت دیتا ہے یا نہیں لیکن بارگاہ رسالت ﷺ سے بارگاہ الوہیت سے اُس کے پروگرام بن کے آتے ہیں کہ اب تجھے یہ کرنا ہے تو کتنا بڑا آدمی ہے بھائی...... اب جس کے لئے زندگی بھر کے معمولات اللہ کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے بن کے آتے ہوں تو آدمی تو بڑا اہم ہے اس سے بڑا وی۔ آئی۔ پی کون ہوگا۔ اس سے بڑا کون ہوگا عزت دار شخص، اس سے بڑا معزز کون ہوگا۔ اسی لئے قرآن نے فرمادیا۔

العزۃ للہ ولرسولہ، للمومنین۔ عزت اللہ کے لئے ہے اللہ کے حبیب ﷺ کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور اُن لوگوں کے لئے ہے وہ لوگ معزز ہیں جن کے پروگرام اُس بارگاہ سے بن کے آتے ہیں۔ دوستی دشمنی، لین دین، کاروبار، والدین سے تعلق، بیوی بچوں سے تعلق، دوستوں سے رشتہ، بہن بھائیوں سے رشتہ، جنگ کہاں کرنی ہے، صلح کی صورت کیا ہوگی، کاروبار کونسا کرنا ہے کونسا نہیں کرنا، ساری زندگی کا پروگرام اور روزگار کا پروگرام اُسے روز کے حالات کے مطابق ملتا ہے ۔ آج بیمار ہوگیا تو بیماری کا پروگرام مل گیا کہ اس میں یہ کرنا ہے جو نہیں کر سکتے یہ نہیں ہوسکتا یہ چھوڑ دو۔ کل صحت مند ہے پروگرام بدل جاتا ہے جیسے حالات ہیں ویسا روز کا روز پروگرام بدلتا ہے اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی طرف سے ملتا ہے تو اس سے بڑا اہم انسان کون ہوگا۔ یہ بے اختیاری تو نہیں یہ تو ایک عظمت کی اور شان کی دلیل ہے اور اسی کا نام ایمان ہے اللہ ہمارے ایمان قبول فرمائے۔ لیکن ایک بات ہے جو معیار ہیں محبت کے اور اطاعت کے دکھ اس بات کا نہیں کہ وہ ہم پورے نہیں کرتے دکھ اس بات کا ہے کہ ہمیں اُن کا احساس وادراک ہی نہیں ہے۔ ایک بات پر عمل نہ کرنا نہ کرسکنا۔ ایک اور بات ہے لیکن اُس کا ادراک ہونا یہ دوسری بات ہے اور پھر ہماری مصیبت یہ ہے کہ کوئی یہ باتیں بتاتا ہی نہیں۔ میں نے تو کبھی کسی تقریر میں کسی لیکچر میں کسی مضمون میں۔ میری نظر سے نہیں گزریں کہ کسی نے تکلف کیا ہو کہ لوگوں کو یہ بنیادی باتیں بتائی جائیں کہ کم از کم وہ اپنا ایمان بچانے کی کوشش تو کرے۔ یعنی پتہ ہو بندے کو کہ ایمان کو کہاں سے خطرہ ہے تو اسے بچانے کی کوشش تو کرے ہم تو ساری عمر بڑے خوش رہتے ہیں کہ جو کچھ بھی کر لیا جی خیر ہے مسلمان تو ہوں نا معاف ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے یہ درست ہے لیکن کبھی اس کی تشریح پڑھی جائے تو علمائے حق فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کہہ دینا کافی نہیں ہے یہ کہہ دینے سے مراد ہے کہ پھر اُس کی زندگی اُس کے تابع ہو۔ اُس نے کہنے کا حق ادا کر دیا پھر وہ جہاں جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے کلمہ پڑھا ہوا ہے یہ اپنی پسند سے کوئی بات نہیں

کرے گا۔ یہ اپنی پسند سے کوئی فیصلہ نہیں کرے گا اس لئے کہ کلمہ گو ہے بھائی۔ اس کے فیصلے تو اُدھر سے آتے ہیں اسے تو قرآن وحدیث کی بات بتاؤ اسے کسی حوالے سے قائل کرو یہ قائل ہونے والا نہیں ہے یہ تو اُن کی مانے گا صرف کہہ دینے سے کیا ہوتا ہے' ہمیں تو اس پہ رکھا گیا نا اور یہ ساری باتیں جب اللہ کی کتاب میں موجود ہیں تو کوئی واعظ وعظ میں یہ تکلیف کیوں نہیں کرتا۔

تو وعظ کا مطلب نصیحت ہوتا تھا' بھلائی کی باتیں بتانا' بُرائی سے روکنا اب تو باتیں وہ بتائی جاتی ہیں جن سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں جن سے لڑائیاں جنم لیتی ہیں۔ ایک دوسرے کا دشمن بنایا جاتا ہے ایک دوسرے کو قتل وغارت گری پہ ابھارا جاتا ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ یہی باتیں جو قرآن حکیم میں لکھی ہوئی ہیں جو نبی کریم ﷺ کی پوری سیرت طیبہ سے واضح ہیں وہ کوئی نہیں بتاتا اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ایمان کو ڈاکہ کہاں سے پڑ رہا ہے' ہمیں ایک چیز پسند نہیں ہوتی لیکن شرعاً اُسکا حکم ہوتا ہے' ہم کیا کرتے ہیں کسی برائے نام مولوی کو پیسے دے کر فتویٰ لے آتے ہیں اور اکثر لوگ جو بڑی جلد بازی میں طلاق دیتے ہیں انہیں پندرہ منٹ بعد ہوش آجاتا ہے پھر حیلے حوالے شروع ہو جاتے ہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا وہ کہا تھا۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا وہ تھا' مجھے ہوش ہی نہیں تھا' اتنا غصہ آ گیا۔ اگلے دن بھی میرے پاس ایک فتویٰ تائید کے لئے آیا۔ او جی میں نے طلاقیں تو تینوں دے دی تھی پر مجھے غصہ اتنا آیا تھا کہ مجھے ہوش ہی نہیں تھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ مفتی صاحب نے بھی لکھ دیا تھا کہ اگر اتنا غصہ آجائے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ روپے کا کمال اگلوں نے فتویٰ خرید لیا۔ اگر غصے میں طلاق نہیں ہوتی تو خوشی میں ہوتی ہے۔ خدمت سے خوش ہو کر کوئی طلاق دیتا ہے' طلاق تو طلاق ہے' غصہ تو غصہ ہے اگر کوئی کسی کو گرا کر اُس کے سینے پہ بندوق کی نال رکھ دے کہ طلاق دو ورنہ گولی مار دوں گا' طلاق دے گا تو طلاق واقعہ ہو جائے گی اُس کے زبردستی لینے کا گناہ اُس کے سر۔ ایک گھر اُجاڑنے کا گناہ اُس کے سر۔ اُس کا محاسبہ اللہ کرے گا۔ لیکن کوئی گن پوائنٹ پر غصہ تو معمول بات ہے' کوئی جان کے خطرے کے عوض بھی طلاق دے گا تو یہ فیصلہ ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ بعض بیویاں ہی ایسی ہوتی ہیں جو مرد کمزور ہے بیوی طاقتور ہے وہ چھری لے کر گردن پہ رکھ دیتی ہے کہ گردن کاٹ دوں گی نہیں تو طلاق دو۔ بعد میں کہتا رہے میں نے جان کے خوف سے دی ہے دی تو ہے نا طلاق واقع ہو گئی۔ یہاں ''نور پور'' کا ایک واقعہ ہے ایک بندہ کلہاڑا لیکر بہنوئی کے سر پہ کھڑا ہو گیا۔ مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ وہ کلہاڑا لیکر کھڑا ہو گیا اُس نے کہا یا کلہاڑا مار کر دو ٹکڑے کر دوں گا یا دو میری بہن کو طلاق۔ اُس نے طلاق دے دی اب جی مسئلہ کیا ہے جی مسئلہ سادہ سا ہے کہ طلاق ہو گئی۔ اُس نے زبردستی لی۔ میں نے کہا اسکا حساب اللہ اُس سے کرے گا۔ تم نے دے دی واقع ہو گئی۔ سیدھی سی بات ہے۔ تو اگلے دن میرے پاس آیا ہوا تھا۔ تائید کے لئے میں نے کہا بھئی! مجھے اس میں شامل نہ کرو جو کچھ تم کرنے جا رہے ہو۔ ایک تو جرم کو حلال' حرام کو حلال کرتے ہیں پھر ساتھ یہ تصدیق بھی چاہتے ہیں کہ بہت سے شرفا کو اُس میں شامل کر لیں مجھے شامل کیوں کرتے ہو۔ میں تو مفتی ہی نہیں۔ میں تو فتویٰ دے ہی نہیں سکتا میں مفتی نہیں ہوں۔ اگر تم نے مفتی سے لے لیا تم جانو مفتی جانے اور تمہارا رب جانے روز حشر حساب ہو جائے گا۔

تو اُس طرح سے اگر فیصلہ مانے بھی۔ یہ تو نہ ماننے کا ایک حیلہ ہے نا کہ لوگ کہیں اس نے مانا ہے اُسے بھی پتہ ہے کہ میں نے یہ جرم کیا ہے لوگ نہ کہیں۔ یہ بُرا بھلا نہ کہیں باقی تو معاملہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تو کوئی پرواہ نہیں۔ تو بھئی شرط ایمان ہے اور اللہ کریم نے اپنی عظمت کی قسم سے دی ہے۔

فلاو ربک. تیرے پروردگار کی قسم لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم. جب تک آپ ﷺ کو حَکَم نہ بنا لیں اپنے جھگڑوں میں اور جو فیصلہ آپ ﷺ کریں اُسے اس طرح تسلیم کریں کہ ان کے دل میں بھی کوئی شکایت نہ ہو۔ ویسلموا تسلیما اگر فیصلہ مان لیا دل سے پسند نہیں آیا تو وہ بھی ایمان سے گیا۔ اعمال کی عبادات کی بات تو بعد میں ہوگی' ایمان تو ہو' ایمان تو بنیاد ہے۔ کسی چیز کی بنیاد ہی نہ ہو تو عمارت کیا ہوگی' تو اس کا نام محبت ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جو کائنات میں سب سے زیادہ میری ذات سے محبت نہ کرے۔ محبت اسی کو کہتے ہیں کہ جو بھی محبوب کی طرف سے آئے وہ بات محبوب ہو۔

محبوب کی ہر ادا محبوب ہو خواہ اُس میں جان چلی جائے خواہ اُس میں مال چلا جائے۔ خواہ اُس میں کچھ بھی ہو جائے لیکن محبوب کا حکم محبوب کی رائے محبوب کا ارشارہ آبرو تک محبوب ہو اسی کو دوسرے انداز میں قرآن حکیم نے ارشاد فرما دیا۔

تو میرے بھائی! کوشش کیجئے۔ ہم دن بھر فیصلے ہی کرتے ہیں قیامت کو پتہ ہے کیا ہوگا اعمال نامہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ زندگی بھر کے اس کے اعمال اس کے ہاتھ میں تھما دو۔ اللہ کریم فرمائیں گے۔

اقرا کتبک. تو جج تھا تو زندگی بھر فیصلے لکھتا رہا۔ آج اُن کے عملی نفاذ کا وقت ہے تو اپنا جج آج بھی خود ہے۔ اپنے فیصلے پڑھ لے وہ تجھ پہ نافذ ہو جائیں گے۔ اگر تو نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے فیصلے کئے ہیں اُن کا تجھے انعام ملے گا اگر تو نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف فیصلے کئے ہیں اُن کی سزا ملے گی تجھے۔ اقرا کتبک اپنی کتاب پڑھ اپنا اعمال نامہ پڑھ۔ کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً. آج کے دن بھی تو ہی اپنا جج ہے جسے ساری زندگی تو جج بنا رہا۔ ہر بندے کے اندر ایک جج ایک قاضی بیٹھا ہے۔ ہر بات پہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ اس کام کو میں ایسے کروں گا ایسے نہیں کروں گا۔ یہ ججمنٹ ہے فیصلہ ہے۔ اگر تو فیصلہ اطاعت کا ہے تو انعام پائے گا بغاوت کا ہے تو بغاوت کی سزا پائے گا تو قیامت کو بھی نیا کچھ نہیں ہوگا۔ آج ہم جو کرتے ہیں اُس کے کرنے کا پہلے فیصلہ کرتے ہیں پھر اُس پہ عمل کرتے ہیں۔ فرمایا وہی فیصلے لکھے جا رہے ہیں۔ تمہارے اپنے فیصلے تمہارے ہاتھ میں تھما دیئے جائیں گے۔ اقرا کتبک۔ اپنی کتاب پڑھو بھئی اس میں سارے تمہارے فیصلے ہیں۔ کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً. آج کے روز تو اپنا محتسب آج کے دن آپ ہی کافی ہے۔ کسی دوسرے جج کی ضرورت نہیں ہے۔ تو نے زندگی بھر فیصلے کئے اب اُن کے بدلے کا اور اَجر کا وقت آ گیا۔ اگر صحیح ہیں تو صحیح اَجر ملے گا غلط ہیں تو سزا ملے گی۔

تو میرے بھائی! سارے اعمال میں ایک بنیادی عمل یہ ہے کہ اللہ سے دعا کریں کہ دن کو آپ اللہ اللہ سے اللہ کے نام سے نماز سے ذکر سے تلاوت سے شروع کرتے ہیں توفیق مانگیں کہ دن بھر کے فیصلے اطاعت کی شرط میں آئیں اور شام کو محاسبہ بھی کریں کہ دن بھر جو کیا اُس میں کتنی گستاخیاں کتنی کوتاہیاں کتنی نافرمانیاں ہیں تاکہ اگلے دن اُس کی تعداد کم کی جا سکے۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ میرے اتنے مراقبات ہو گئے میں بخشا گیا۔ مراقبات کا عبادات کا حاصل کیا ہے؟ اطاعت کامل نصیب ہو جاتی ہے' محبت نصیب ہو جاتی ہے اور کردار سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے مراقبات ہیں یہ نافرمانی نہیں کرسکتا یہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے گناہ کی طرف نہیں جاتا کہ اس کو اللہ اللہ نصیب ہے' نیکی کی طرف سے اسے رغبت ہے' نیکی سے محبت ہے' نیکی سے پیار کرتا ہے اس لئے کہ اس کے دل میں اللہ کا نور ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے اعمال پہ کردار پہ مراقبات کی چھاپ نہیں ہے تو پھر فسانہ ہے کسی وقت بھی بھید کھل جائے گا۔

شیخ پندارد کہ دارد حاصلے
شیخ را حاصل بجز پندار نیست

شیخ کو بڑا خیال ہے کہ میرے پاس بہت کچھ ہے اور سوائے اس خیال کے شاید شیخ صاحب کے پاس کچھ بھی نہیں۔ چونکہ یہ ساری چیزیں متقاضی ہیں اعمال کی جیسے اصحاب بدر کے بارے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اہل بدر اس کے بعد جو چاہیں کریں یہ جنتی ہیں۔ تو کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جرم کریں؟ گناہ کریں؟ بُرائی کریں؟ فرمایا جو چاہیں کریں اب اس حدیث پہ شارحین حدیث جب بحث کرتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ارشاد عالی کا مطلب یہ ہے کہ جو یہ چاہیں کریں یعنی بدر کا فعل اتنا مقبول ہوا ہے، بدر میں شرکت کا عمل اللہ کو اتنا مقبول ہوا ہے کہ یہ اللہ کی پسند کے خلاف چاہیں گے ہی نہیں۔ اس لئے انہیں چھٹی دی جا رہی ہے کہ جو چاہیں کریں وہ چاہیں گے وہی جو اللہ کی پسند اور اُس کی رضا کے مطابق ہو۔ وہ گناہ کریں گے ہی نہیں انہیں، گناہ پسند ہی نہیں آئے گا، انہیں اُس کی تلخی لگے گی، انہیں تو گولی طرح لگے گا، گناہ وہ کیوں کریں گے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کسی مسئلے پہ اختلاف آ جائے۔ کسی عام واقعہ پہ بین الاقوامی امور ہیں قومی امور ہیں ملکی امور ہیں تو کسی پہ اختلاف رائے ہو اور ساری اُمت ایک طرف ہو لیکن اہل بدر میں سے کوئی ایک فرد بھی زندہ ہو اور اُس کی رائے مختلف ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل اُس کی رائے پہ کیا جائے۔ بھئی ساری اُمت، اُمت میں اکابر صحابہ بھی ہیں تابعین تبع تابعین ہیں صحابہ کرام کا دور ہے اگر ایک بھی اہل بدر میں سے زندہ ہے تو اس کا مطلب ہے صحابہ کرام کا دور ہے تو اور صحابہ بھی تو ہوں گے۔ ایسے بھی تو بے شمار تھے جو بدر کے بعد ایمان لائے یزید کے عہد تک تو صحابہ کرام ملتے تھے۔ تو اگر باقی صحابہ کی رائے بھی دوسری طرف ہے تابعین کی رائے بھی دوسری طرف ہے، تبع تابعین کی بھی دوسری طرف ہے تو ایک بدری صحابی کی رائے پہ عمل کرو۔ اس لئے کہ اس کی رائے اللہ کی پسند کے مطابق ہوگی اسے یہ سند مل چکی ہے کہ جو اس کی رائے ہے وہی بات اللہ کو پسند ہے۔ لہذا عمل اُس ایک بندے کی بات پہ ہوگا۔ یہی فرق ہے مغربی جمہوریت اور اسلام کی جمہوریت میں ۔ یہاں بھی جمہوریت ہے لیکن یہاں رائے اہل رائے کی جس طرف ہو اُس پہ عمل کیا جائے گا یہ جمہوریت ہے اسلام کی اور وہاں گنتی کر کے جس طرف بندے زیادہ ہیں۔

''بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے''۔ اسلام تو لا کرتا ہے اہل مغرب گنا کرتے ہیں۔ جمہوریت دونوں طرف ہے۔ اس سے بڑی جمہوریت کیا ہوگی کہ فاتح اعظم فاروق اعظمؓ کا دامن ایک بیوہ پکڑ کر گلی میں روک لیتی ہے اور کہتی ہے کہ میرا یہ کام نہیں ہوا اور کیوں نہیں ہوا؟ اس سے بڑی آزادی رائے اس سے بڑا جمہوری حق کیا ہوگا آپؓ خطبہ دینے لگتے ہیں فرماتے ہیں کہ کوئی ہے جو آج میری رائے سے اختلاف کی جرات کرے۔ ایک بدوی صحرائی کھڑا ہو گیا اور کہا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی رائے کے پابند ہیں۔ آپؓ بدعت کر کے دیکھیں، حضور ﷺ کی رائے کے خلاف آپ رائے دیں ہم آپؓ کی گردن اڑا دیں گے، تو اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا الحمدللہ یہی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اہل ایمان باقی ہیں کہ نہیں۔

اللہ توفیق دے ایمان کی سلامتی دے۔ احکام شریعت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات ہر حکم غیر معمولی ہے خواہ وہ کتنا چھوٹا بھی ہو اس لئے کہ اُس کی نسبت کسی ہستی کی طرف ہے اُس حوالے سے دیکھا جائے۔ کوشش کیجئے اللہ کریم توفیق عمل دے اور اُس کے ساتھ خلوص دل عطا کرے اور ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 22-07-2006

سوال :- فتویٰ دینے کا شرعی طریقہ اور کشف و کرامت کی حقیقت کیا ہے؟

الحمد للّٰہ رب العٰلمین ٥

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّ الہٖ

واصحابہٖ اجمعین ٥

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم ٥

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم ٥

اللّٰھم صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک من زانت بہ العُصُروا

ایک ساتھی جو دارالافتاء میں پڑھتے ہیں اور مفتی بننے جا رہے ہیں اللہ پاک انہیں کامیاب فرمائے وہ فرما رہے تھے کہ دارالافتاء میں مختلف لوگ سوال بھیجتے ہیں سوال بھیجنے والے کی ایک اپنی سمجھ ہوتی ہے اپنی رائے ہوتی ہے اُس کے مطابق وہ سوال لکھتا ہے تو دارالافتاء والے انہیں کچھ جواب تو دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں اس بارے علم نہیں لیکن منفی پہلو میں جواب دیتے ہیں تو اُن کا خیال تھا کہ کچھ تحریریں آپ کی ''المرشد'' سے نکال کر میں انہیں بتاؤں۔ تو میں نے عرض کیا کہ ''المرشد'' بھی تمام حضرات کے پاس جاتا ہے۔ تقریباً سارے اداروں میں جاتا ہے اُس میں بھی بات ہوتی ہے اور جہاں تک تصوف کا تعلق ہے فی نفسہٖ تو پوری امت مسلمہ میں کوئی بھی ذی علم تصوف کا منکر نہیں ہے انکار نہیں کرتا۔ جن حضرات کی آپ بات کر رہے ہیں یہ حنفی بھی ہیں اور دیو بندی بھی ہیں اور سارے حضرات اساتذہ جو ہیں یا بزرگ جو ہیں دیو بند کے وہ سب کشف و کرامات کے قائل بھی ہیں اور سب کے صوفی ہونے کے قائل بھی ہیں اور اُن سب حضرات کی اس موضوع پر تصانیف بھی موجود ہیں۔ اُن سب کے یہ قائل ہیں۔ وہ کتابیں بھی پڑھتے ہیں اور یہ اعتراض نہیں ہے انہیں کہ کشف یا مشاہدہ نہیں ہوتا یا کرامات اولیاء اللہ کو نصیب نہیں ہوتیں۔

وہ تصوف کے بھی قائل ہیں، کشف کے بھی قائل ہیں اصل اعتراض یہ ہے کہ انہیں کیوں ہے یا انہیں نہیں ہے۔ اب اس کا تو کوئی جواب نہیں اس کی تو کوئی دلیل نہیں۔ اس کا جواب تو صرف یہ ہے کہ کوئی تجربہ کرنا چاہے تو وہ آ کر سال دو سال لگا لے آخر اُن کے پاس بھی مدارس میں لوگ دس دس سال، بارہ بارہ سال لگاتے ہیں اور کتابیں پڑھنے میں آدھی عمر صرف ہو جاتی ہے تب جا کر وہ عالم بنتے ہیں تو تصوف کا یا علم کا بھی امتحان تو یہی ہے کہ آپ کتاب لے کر عالم کے پاس بیٹھ جائیں وہ پڑھا سکتا ہے تو عالم ہے نہیں پڑھا سکتا تو پھر کیسا اُستاد یا کیسا عالم ہے۔ تو یہی معیار یہاں بھی ہے۔ جسے اعتراض ہو وہ تشریف لے آئے وہ سال دو سال لگائے، دیکھے اگر کچھ حاصل ہو جائے اُسے وہ قائل ہو جائے تو ٹھیک ہے اور کچھ نہیں

حاصل ہوتا تو کم از کم یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں نے دو سال تین سال چار سال لگائے اور وہاں کوئی بات نہیں ہے خواہ مخواہ لوگوں کو جھوٹ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

فتویٰ ہوتا ہے جسطرح عدالت فیصلہ دیتی ہے اُس طرح شرعی فتویٰ دیا جاتا ہے علمائے حق کے نزدیک یکطرفہ فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی کے خلاف کوئی سوال ہے تو فتویٰ دینے والے کو چاہیے' واجب ہے اُس پر کہ جس کے خلاف کسی نے اعتراض کیا ہے اُس سوال کی ایک نقل اُسے بھی بھیجے اور اُس سے جواب چاہے کہ بھئی یہ اس بندے کو آپ کی ذات پر اعتراض ہے۔ آپ نے کوئی عقیدے کی بات اس طرح کی ہے وہ درست نہیں ہے یا آپ نے کوئی عمل یہ جو کیا ہے یہ درست نہیں ہے۔ آپ کا جواب کیا ہے تو سوال کرنے والے کی رائے بھی فتویٰ دینے والے کے سامنے ہو جس کے بارے سوال ہے اُس کی رائے بھی اُس کے سامنے آ جائے پھر دونوں کو دیکھ کر وہ فیصلہ دے کہ اس میں صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے اور کوئی الف ب ج کس نے خط لکھ دیا اُس نے کہا جی فلاں بندہ یہ کہتا ہے آپ نے فتویٰ دے دیا غلط کہتا ہے نہ آپ نے اُس سے پوچھا نہ اس بات کی کوئی دلیل ہے کہ جس نے سوال لکھا ہے اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے ہو سکتا ہے بات اس نے خود سنی ہے یا اس تک کس نے پہنچائی ہے فتویٰ ایک فیصلہ ہے اور اُس کے لئے تحقیق شرط ہے۔ پھر مفروضے پہ بھی فتویٰ دینا جائز نہیں ہے یعنی یہ تین چیزیں ضروری ہیں۔ فتویٰ دینے کے لئے جس کے خلاف شکایت ہے اُس کو بھی موقع دیا جائے بات کرنے کا اور شکایت کنندہ سے بھی دریافت کیا جائے کہ یہ واقعہ تمہارے سامنے ہوا۔ تمہارے ساتھ ہوا یا تم سنی سنائی پر سوال لکھ رہے ہو۔ کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اُس پہ فتویٰ دیا جاتا ہے اگر یہ پوچھا جائے کہ اگر ایسا ہو تو کیا ہوگا اس کا جواب فتوے میں نہیں دیا جاتا امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ یہ واقعات ہوں تو اُس کا کیا فتویٰ ہے۔ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ واقعہ کہاں ہوا ہے۔ عرض کی گئی ہوا نہیں ہے اگر ایسا ہو تو فرمایا جب ہوگا تب دیکھا جائے گا۔ تو جب واقعہ ہوتا ہے تو اُس میں دو تین فریق ملوث ہوتے ہیں اُن سے بھی تحقیق کی جاتی ہے۔ ایک قتل ہو جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں عدالتیں بعض اوقات قاتل کو بری کر دیتی ہیں بندہ تو اُس نے قتل کیا ہے۔ اب اُس فیصلے میں وہ اپنی وجہ لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ گواہ جو ہے یہ صحیح نہیں ہے اب بغیر گواہوں کے ہم اسے کیسے سزا دیں۔ بعض اوقات وہ اس لئے بری کر دیتے ہیں یہ وجہ بھی لکھتے ہیں کہ اس کے سامنے ایسی حرکت کی گئی تھی یہ برداشت نہیں کر سکا تو اس نے بے اختیار قتل کر دیا۔ بعض اوقات وہ سزائے موت نہیں دیتے کچھ سال قید دے دیتے ہیں۔ بعض اوقات سزائے موت دے دیتے ہیں قتل کے بدلے میں لیکن وہ ساری اُن کی اُس تحقیق پہ مبنی ہوتی ہے کہ قتل کیسے ہوا کیوں ہوا۔ اُس بندے نے کس حالت میں کیا اور اُس کی وجہ کیا تھی۔

اسی طرح فتویٰ دینے کے لئے بھی یہ ساری تحقیق شرط ہے بلکہ ظاہری عدالتوں سے بھی زیادہ فتویٰ چونکہ آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نام پر دینا ہے دین کے نام پر دینا ہے اس لئے اُس میں تحقیق زیادہ چاہیے۔ پھر جو واقعہ ہوتا ہے اُس پہ فتویٰ دیا جاتا ہے مفروضوں پہ نہیں۔

تیسری بات جو علمائے حق نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ وہ فتویٰ دیا جائے جس کے موثر ہونے کا یقین ہو۔ دو بندے فتویٰ لینے آ جاتے ہیں اُن کا آپس میں جھگڑا ہے آپ کو یقین ہے کہ یہ فتوے پر عمل کریں گے ضرور فتویٰ دیں لیکن آپ کو پتہ ہے کہ میرا فتویٰ اخبار میں چھپ جائے گا اور لوگ اُس کا مذاق اڑائیں گے تو دین کا مذاق اڑانے والی

بات ہے کوئی ایسا فتویٰ نہ دیا جائے جس پر عمل نہ ہو گا۔ چونکہ فتویٰ شریعت کا حکم ہے۔

شریعت مطہرہ کا حکم ہے مفتی کا یا عالم کا ذاتی حکم نہیں اور اگر اُس پر عمل نہیں ہوتا اُس کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو یہ شریعت کا مذاق اڑائے جانے کے برابر ہے تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے گالی نہ دو۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ ایسا بدبخت کون ہوگا جو آپ ﷺ کو گالی دے گا۔ فرمایا وہ بندہ جو کسی کے بزرگ کو یا کسی کے سربراہ کو یا جسے وہ بڑا سمجھتا ہے اُسے گالی دے اور جواب میں وہ مجھے گالی دے تو مجھے اُس نے گالی دی جس کی وجہ سے بے دین نے گالی دی۔

اس طرح قرآن حکیم میں موجود ہے اللہ فرماتا ہے کہ کافروں کے معبودوں کو تم بھلا بُرا نہ کہو۔ ورنہ وہ تمہارے معبودِ برحق کو بھلا بُرا کہیں گے قرآن میں یہ قانون موجود ہے کہ کافر جسے پوجتے ہیں اُس کی تردید حدود کے اندر رہ کر کرو۔ اُس کا ابطال شرعی دلائل سے اور ایک مستحسن طریقے سے کرو۔ ویسے ہی اُسے گالیاں دینا شروع نہ کر دو اور اُسے بھلا بُرا کہنا شروع نہ کر دو۔ ورنہ اس کے جواب میں تمہارے معبود برحق کو وہ گالیاں بکنا شروع کر دے گا۔

تو یہ کچھ اصول ہیں فتویٰ دینے کے لئے اب اس بات پہ آ کر بات رُک جاتی ہے ورنہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بارے مشہور ہے کہ وہ تصوف کے قائل نہیں۔ لیکن یہ سنی سنائی بات ہے میں پرسوں اُن کا درس سن رہا تھا ٹیلی ویژن پر۔ بڑے کھلے دل سے اعتراف کر رہے تھے کہ صحابہ کرام نے بہت کام کیا۔ پھر صحابہ کرام کے بعد صوفیا نے بہت بڑا کام کیا اور تصوف نے بہت کام کیا اور بڑی تشریح کر رہے تھے کہ صوفی جو ہے وہ افراد کی اصلاح کرتا ہے اور ایک ایک فرد کو لیکر چلتا ہے اُس کی وجہ سے بہت بڑے بڑے کام ہوئے تو بہر حال وہ اپنے انداز سے فرما رہے تھے کہ صحابہ کا مشن جو ہے وہ صوفیا سے بہت بلند ہے تو یہ تو ایک کوئی ایسی بات نہیں ہے جو عجیب ہو کیونکہ صوفی تو صحابہ کرام کی گرد پا کے خوشہ چین ہیں اور صحابہ کرام تو صحابہ تھے۔ پھر تصوف کسی چیز ہے اور برکات نبوت کا حصول ہے اور قیامت تک کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہے اللہ جسے نصیب کرتا ہے جسے کوئی بندہ اللہ کا ملتا ہے وہ اس کے پاس جاتا ہے محنت کرتا ہے' سیکھتا ہے' مجاہدہ کرتا ہے اللہ اُسے عطا کرتا ہے۔ عطا اللہ کی طرف سے ہے لیکن بندے کے کسب کو دخل ہے۔

صحابیت کوئی کسبی چیز نہیں تھی صحابیت میں کسب اتنا ہی تھا کہ ایمان لایا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر نظر پڑ گئی یا حضور ﷺ کی نظر پاک وجود پر پڑ گئی۔ ایک لمحہ چاہیے تھا صحبت رسول ﷺ کا اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے جب تک حضور اکرم ﷺ اس دار دنیا میں جلوہ افروز تھے چونکہ اس مکان کا ایک ہونا بھی شرط ہے حضور ﷺ بھی اس دنیا اس عالم میں جلوہ افروز تھے۔ اس عالم میں بندے نے صحبت حاصل کی صحابی ہو گیا۔ وصال کے بعد حضور اکرم ﷺ عالم برزخ میں جلوہ افروز ہو گئے تو برزخ میں کسی کو کشفاً زیارت ہو یا خواب میں کسی کو زیارت ہو تو صحابی نہیں ہو سکتا۔ وہ عالم الگ ہے اس کا عالم الگ ہے اُس کے احکام الگ ہیں اس کے احکام الگ ہیں۔ زیارت سے مشرف ہونا بہت بڑی عظمت کی دلیل ہے اللہ کا بہت بڑا انعام ہے اور علمائے حق نے یہ تعبیر لکھی ہے کہ خواب میں بھی کسی کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو اُس کے خاتمہ بالایمان پر دلیل ہے کہ اللہ کریم اُس کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں گے اور پھر یہ بھی ہے کہ جسے حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ اُسے حضور ﷺ ہی کی زیارت ہوئی کیونکہ شیطان حضور ﷺ کی مثل نہیں بن سکتا۔ ہاں جو لوگ نہیں جانتے۔ جنہوں نے حلیہ مبارک پڑھا نہیں ہے اور

رخ انور، قد و قامت حضور علیہ ﷺ سے واقف نہیں ہیں تو کسی اور شکل میں متشکل ہو کر شیطان یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں لیکن حضور ﷺ کی زیارت اور شیطان کے دھوکا دینے میں کروڑوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ شیطان جب بھی بات کرے گا یا جب بھی وسوسہ ڈالے گا یا جب بھی خواب میں بھی سامنے آئے گا تو ظلمت ہوگی دل پہ ہیبت آئے گی خوف آئے گا اور حضور اکرم ﷺ کا نام نامی بھی آئے گا تو دل پہ بشاشت آجائے گی فرحت آجائے گی زیارت ہونا تو نور علیٰ نور ہے۔

ہندو کوشش کرتے تھے اور بڑے بڑے مجاہدے کرتے تھے بڑے عجیب وغریب کرتے تھے۔ لڑکپن میں ہم نے ہندوؤں کا زمانہ دیکھا ہے اور اُن کے وہ لوگ دیکھے ہیں یہاں بھی نیچے پانی ہے چشموں کا بہت گہرائی میں پہاڑوں میں نالے میں تو اُس میں اب تو نہیں رہے اُس وقت انہوں نے بنائے ہوتے تھے اپنے وہ چلہ کشی کی جگہیں تو اینٹوں کے ایسے چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہوئے تھے جن میں بندہ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھستا اور صرف بیٹھ سکتا تھا نہ کھڑا ہو سکتا تھا نہ لیٹ سکتا تھا تو مہینوں اُس میں گھسے بیٹھے رہتے تھے اور اگرچہ ہم اُس وقت چھوٹے تھے لیکن باتیں تو سنتے تھے کہ ایک دن کی خوراک ایک سوگی کا دانہ لے کے جاتے تھے جتنے دن رہنا ہے اتنے دانے لیکر اس طرح بھوک کاٹتے تھے بے آرام ہوتے تھے سوتے نہیں تھے فاقہ کشی کرتے تھے راتوں کو جاگتے تھے تو اُس سے یہ ہوتا ہے کہ نفس کمزور ہوتا جاتا ہے اور مشاہدے کی قوت جو ہے وہ بڑھتی ہے لیکن مشاہدہ حق جو ہے وہ اس سے نہیں ہوتا۔ مشاہدہ حق کے لئے تو توجہ کی ضرورت ہے رابطے کی ضرورت ہے برکات کی ضرورت ہے۔ تو دوسرا جو وہ پوجا پاٹ کرتے تھے وہ شیطان کی ہوتی تھی تو پھر انہیں شیطان کا مشاہدہ ہو جاتا تھا۔ وہ اُن سے باتیں بھی کرتا تھا اُن کے کام بھی کرتا تھا اور وہی ان کی شہرت کا سبب ہوتی تھی۔

تو اس طرح کا ایک بندہ حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پاس گیا اور اُس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات کی کہ میں نے بڑی محنت کی ہے اور مجھے مشاہدہ بھی ہوتا ہے اور تو میں نے کوئی کام نہیں لیا لیکن جو مجھے نظر آتا ہے کہ جب میں کہتا ہوں کہ مجھے فلاں جگہ پہنچا دو تو خواہ وہ ہزاروں میل دور ہو وہ آ کے مجھے اٹھاتا ہے اور میں آن واحد میں وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ تو یہ صرف کرامات مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں یہ ہمارے پاس بھی ہیں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی ایک بات بتاؤ وہ شکل جب تمہارے سامنے آتی ہے تو تمہیں اُس سے انس ہوتا ہے یا ڈر لگتا ہے؟ کہنے لگا ڈر تو لگتا ہے خوف طاری ہو جاتا ہے بدن پہ کپکپی طاری ہو جاتی ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس لئے ڈر لگتا ہے کہ وہ شیطان ہے اور شیطان مطلق انسان کا دشمن ہے۔

انہ' لکم عدوّ مبین'. ...... وہ صرف مسلمان کا دشمن نہیں ہے بنی آدم علیہ السلام کا دشمن ہے۔ تو دشمن جب روبرو ہوتا ہے تو خوف آتا ہے اگر وہ قوت یا وہ صورت جو تمہارے سامنے آتی ہے وہ کوئی نیک صورت ہوتی فرشتہ ہوتا کوئی بزرگ ہوتا کوئی نیک روح ہوتی کوئی اللہ والا ہوتا تو پھر اُنس پیدا ہوتا' محبت پیدا ہوتی دل پہ فرحت آتی۔ تو یہ تو کوئی عجیب بات نہیں ہے مادی دنیا میں اگر شیطان نے تمہیں یہاں سے اٹھا کر وہاں پہنچا دیا تو اُس میں کیا نیکی ہوگئی کیا عبادت ہو گئی اور کسی کا کیا بھلا ہو گیا' اللہ کی رضا اُس میں کہاں سے شامل ہو گئی۔ یہ تو کوئی بات نہیں یہ تو ایک شعبدہ ہے اور ایسا ہو سکتا ہے تو وہ لاجواب ہو گیا کہ جی ڈر تو ہوتا ہے۔ فرمایا پھر شیطان ہے۔ تم شیطان کی پوجا کرتے ہو۔ شیطان کے ساتھ رہو آخرت میں بھی دنیا میں بھی۔ تو یہ جو بظاہر شعبدہ بازی ہے یہ تو محنت و مجاہدہ ہے۔ اس طرح ایک فن ہے ٹیلی پیتھی جو محض ذہنی طاقتوں کو ایک نقطے پہ مرکوز رکھ کر وہ

قوت متخیلہ میں ایک ایسی طاقت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ دوسروں کی قوت متخیلہ کو متاثر کرتی ہے جیسے قرآن حکیم نے جادوگروں کے بارے ارشاد فرمایا کہ

سحروا اعین الناس. فرعون نے جو جادوگر بلائے تھے اُن کا سحر لوگوں کی نگاہوں پہ چلا۔ حقیقت نہیں بدلی اُن کی نگاہوں میں فرق آ گیا۔ یخیلُ الیہِ من سحر ھم. اُن کی قوت متخیلہ میں یہ بات آ گئی کیونکہ نظر دیکھتی ہے یہ تصویر بھیجتی ہے دماغ کو قوت متخیلہ کو وہ تجزیہ کر کے کہتا ہے یہ دیوار ہے یہ بندہ ہے یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے اگر نظر بند ہو جائے تو پھر کوئی نہیں دیکھ سکتا اور نہ کوئی سوچ سکتا ہے۔ کون ہے۔ پھر کسی کے پاس پہچان رہ جائے تو آواز کی پھر کان نے آواز سنی تو اُس نے آواز پر کہا کہ وہ سمجھتا ہے فلاں بندے کی آواز ہے۔ یعنی یہ جو حواس خمسہ ہیں یہی ذریعہ ہیں یا پھر چھو کر دیکھتا ہے کہ یہ دیوار ہے یہ درخت ہے تو نظر تصویر لیتی ہے۔ دماغ میں بھیجتی ہے قوت متخیلہ تجزیہ کر کے بتاتی ہے یہ فلاں لفظ ہے یہ فلاں جملہ ہے یہ فلاں آدمی ہے یہ فلاں مکان ہے تو قرآن کریم نے فرمایا کہ

سحروا اعینَ الناس. انہوں نے لوگوں کی نگاہوں پر سحر کر دیا۔ ویخیلُ الیہ من سحر ھم. اُن کی قوت متخیلہ یہ سمجھی کہ

انھا تسعی. کہ یہ بہت بڑے بڑے اژدہا ہیں تھیں لکڑیاں ہی۔ جو میدان رسوں سے یا لکڑیوں سے بھرا ہوا تھا فی الحقیقت لکڑیاں لکڑیاں ہی تھیں رسے رسے ہی تھے لیکن دیکھنے والوں کی جو نگاہیں تھیں اُن پر جادو ہو گیا اور نگاہوں نے جو تصویر قوت متخیلہ کو بھیجی وہ اژدہاؤں کی تھی لہذا اُن کے تخیل میں وہ سارے اژدھا تھے۔ تو یہ انسان ذہن میں جو قوتیں عقل کو دی گئی ہیں شعور کو دی گئی ہیں لیکن ایک بات ہے جتنی مادی قوتیں ہیں کوئی ٹیلی پیتھی میں کمال حاصل کر لے ارتکاز توجہ میں کمال حاصل کر لے کچھ بھی کر لے۔ وہ نہ برزخ میں جھانک سکتا ہے نہ عالم بالا میں جو کچھ مادی وسائل سے ہو سکتا ہے وہ کام وہ بھی کر سکتا ہے جیسے آپ ٹیلی فون پر دور بات کر سکتے ہیں اُس کی بات بھی دور سنائی دے سکتی ہے بغیر ٹیلی فون کے ٹیلی ویژن پر آپ دور دور کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں تو کوئی مجاہدے کر کے یا قوت متخیلہ کو مرتکز کر کے دور کی چیز دیکھ سکتا ہے لیکن دور کی دیکھ لے گا' مادی چیز دیکھے گا برزخ کا پتہ نہیں چلے گا عالم بالا کا پتہ نہیں چلے گا۔

آسمانوں کے دروازے اُن کے لئے نہیں کھولے جاتے عقلی طاقتوں سے نہیں کھلتے اُن کے لئے برکات نبوت کی ضرورت ہوتی ہے یہی فرق ہے صوفیا میں اور شعبدہ بازوں میں کہ شعبدہ باز جو شعبدہ بھی دکھائے گا اُس کا تعلق مادی دنیا سے اور مادی وسائل سے ہو گا اور ایسا کام ہو گا جو وسائل کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر مادی وسائل ہوں تو وہ کام کیا جا سکتا ہے اگر وہ دور پہنچ جاتا ہے تو لوگ ہوائی جہاز پر بس ٹرین پر بیٹھ کر دور پہنچ جاتے ہیں مادی وسائل سے بھی پہنچ جاتے ہیں تو یہ فرق ہے کہ تصوف جو ہو گا وہ خالصتاً برکات نبوت پر اُس کا انحصار ہے اور وہ کشف یا کرامت کے لئے نہیں کیا جاتا۔ اتباع شریعت اور حصولِ رضائے باری کے لئے حاصل کیا جاتا ہے اُس کے ساتھ اللہ مشاہدہ کسی کو عطا کر دے تو اُس کی عطا ہے اُس کا انعام ہے۔ رہی کرامت کی بات تو ایک اصول یاد رکھیے! کرامت فرع ہوتی ہے نبی کے معجزے کی۔ جو معجزات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو عطا ہوتے ہیں جب وہ نبی کے ہاتھ پہ صادر ہوتا ہے تو فعل اللہ کا ہوتا ہے صادر نبی کے ہاتھ پہ ہوتا ہے تو اُسے نبی کا معجزہ کہتے ہیں ایسا کام جو عقل کو عاجز کر دے جو عقلاً محال ہوتا ہے اُس کی فرع ہوتی ہے کرامت۔ کرامت نبی ہی کا معجزہ ہوتا ہے صادر نبی کے کسی پیروکار کا یا کسی ولی اللہ کے ہاتھ پر ہوتا ہے اُسے ولی کی کرامت کہتے

ہیں۔ انبیا علیہم السلام کے معجزے کیوں صادر ہوئے؟ دین کی صداقت اور سر بلندی کے لئے جہاں ایسا موقع آیا کہ کفار دین کے مقابل آ گئے یا اپنی کوئی فلاسفی مقابل لے آئے تو دین کو سر بلند کرنے کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے کا ظہور ہوا۔ لہذا کرامت بھی وہیں ظاہر ہوگی جہاں کوئی معاملہ دین پر آئے گا کہ کوئی دنیوی یا بدعقیدہ یا بے دین کوئی غلط نظریہ غالب آ رہا ہے لوگ اُس کے پیچھے جا رہے ہیں اور دینی طرف سے کوئی دلیل نہیں آ رہی اور دین کے کمزور پڑنے کا اندیشہ ہے تو وہاں دین کے غلبے کے لئے عقل سے برتر کوئی ایسا فعل صادر ہوگا اگر وہ ولی اللہ سے ہوگا تو وہ ولی اللہ کی کرامت ہوگی لیکن کرامت دین کی سر بلندی کے لئے ہوگی۔ یہ روزمرہ کے کام جو ہو جاتے ہیں کہ میں نے فلاں سے کہا دعا کرو تو اللہ نے مجھے اولاد دے دی اور میرا بیٹا ملازم ہو گیا تو اُس میں دین کی سر بلندی نہیں ہے یہ اللہ کریم کے اپنے کام ہیں اور اُس کے لئے ہر مسلمان دعا کر سکتا ہے آپ بھی کر سکتے ہیں۔ کسی نیک سے بھی کرا سکتے ہیں خود بھی کر سکتے ہیں بلکہ میرا نظریہ یہ ہے کہ سب سے اچھی سب سے موثر دعا بزرگان دین کی بھی ہے اہل اللہ کی بھی ہے مشائخ کی بھی ہے لیکن جو بندہ ضرورت مند خود اللہ سے کرتا ہے اللہ کو وہ سب سے زیادہ پسند ہے اللہ کریم کو وہ بات زیادہ پسند ہے جب اپنا دکھ خود لے کے کوئی اُس کی بارگاہ میں روتا ہے چونکہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے۔ چاہتا ہے کہ میرے بندے میرے ساتھ متعلق ہوں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مطلب بھی یہ ہے کہ

تو برائے وصل کردن آمدی

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ سے واصل کریں تو اگر کوئی بندہ براہ راست اپنے عقیدے سے اور اپنی دل کی گہرائی سے جب دعا کرتا ہے تو اللہ کے انتہائی قریب ہوتا ہے جو بات اللہ کریم کو پسند ہے۔ بزرگوں سے بھی دعا کرائیں اور ہر مسلمان سے دعا کرائیں ساتھیوں سے کرائیں لیکن اپنا دکھ خود اللہ سے بیان کریں تو بہت اچھی بات ہے۔

تو کرامات جو اکثر کتابوں میں میری نظر سے گزری ہیں تو مجھے یہ اندازہ ہوا ہے کہ یہ جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں اہل اللہ پر وہ خود صوفی نہیں ہیں اور اس بات سے آشنا نہیں ہیں کہ کرامت کیا ہے اور کیا نہیں ہے لہذا جو بات انہیں عجیب لگی وہ کرامت کی فہرستوں میں لکھتے چلے گئے۔ بلکہ خود جن کے حالات لکھے ہیں اگر وہ ان کتابوں کو پڑھتے تو وہ بڑا افسوس کرتے اور شاید شرمندہ ہوتے کہ یہ انہوں نے کیا کرامتیں لکھ دی ہیں۔ یہ تو اللہ کے کام ہیں روٹین کے کام ہیں۔ روزمرہ کے امور ہیں ہمارے ذمے کہاں سے لگا دیے۔ تو کرامت میں بھی یہ یاد رکھیں کہ کرامت فرع ہوتی ہے نبی کریم ﷺ کے معجزے کی اور جتنے معجزات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہوئے اُن سب میں سے کوئی نہ کوئی کسی ولی اللہ کے ہاتھ سے ظاہر ہو سکتا ہے جب وہ فعل اللہ کا ہوگا نبی سے ظاہر ہوگا تو معجزہ ہوگا اور ولی سے ظاہر ہوگا تو کرامت ہوگی اور ولی وہ ہوتا ہے جو نبی کا حقیقی متبع ہو۔ ولایت نہایت خلوص اور پوری محنت مجاہدے سے نبی ﷺ کی پیروی کا نام ہے اور کیفیات اُس کو نصیب ہوتی ہیں اور اُن کے لئے جس طرح علوم ظاہری کے لئے استاد شرط ہے اُس طرح برکات کے حصول کے لئے بھی اُستاد کا ہونا لازمی ہے اور ایسا اُستاد اللہ نے جس کے دل میں برکات نبوت رکھی ہوں۔ آپ نے دیکھا کتنے عالم ہیں جو خود عالم ہیں لیکن پڑھا نہیں سکتے۔ کتنے عالم ہیں جو فتویٰ دے سکتے ہیں، علم کی گہرائی میں جا سکتے ہیں لیکن تقریر نہیں کر سکتے۔ آپ انہیں سٹیج پر بٹھائیں تو وہ کہتے ہیں مجھ سے نہیں ہوتی۔ علم کا حصول ایک بات ہے اور اُس کی تقسیم دوسری بات ہے اس طرح برکات کا حصول

ایک بات ہے اور اُس کی تقسیم دوسری بات ہے اللہ کے بہت سے بندے ہوتے ہیں جنہیں برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں لیکن جب آپ سلاسل گنتے ہیں یا معروف مشائخ کو گنتے ہیں تو وہ تو گنتی کے نکلتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تھوڑے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو آگے بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ تو یہ اک نظام ہے اللہ کریم نے یہ سعادت بخشی الحمدللہ تو اس پہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ معترض ہے اگر کوئی تو اُسے چاہیے کہ وہ خود تحقیق کرے تجسس کرے اللہ اُسے اپنی راہ بتا دے گا اور جو تجسس نہیں کرنا چاہتا اور محض فتویٰ دینا چاہتا ہے تو ماشاءاللہ اُس کا حساب اللہ کے نزدیک ہوگا۔ یہ چیزیں برداشت کرنا پڑتی ہیں بلکہ الحمدللہ حضرت رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی یہ بھی کرامت تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا علمی تبحر بھی بہت بڑا تھا آپ رحمتہ اللہ علیہ قلزم تھے علوم کے بھی۔ تو بہت سی باتوں کے جواب حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دے دیے اور ہم پر تو کوئی بوجھ آیا ہی نہیں کسی نے ہمیں چھیڑا ہی نہیں۔ ورنہ صوفیوں کو تو لوگوں نے آبادیوں سے بھگا کے نکال دیا۔ کفر کے فتوے لگائے اور کیا کیا نہیں ہوا تو آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پہ گھبرایا نہ کریں آپ کا اپنا دل مطمئن ہے تو الحمدللہ اپنا کام جاری رکھیں۔ اللہ کریم آپ کو برکات نصیب فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

امیر المکرّم کے بیانات ٹی۔وی چینلز پر

الحمدللہ رمضان المبارک میں تین ٹی وی چینلز (اپنا' روشنی' اور یونی پلس) والوں نے روزانہ حضرت جی مدظلہ العالی کے بیانات کی ٹیلی کاسٹنگ کی اور کچھ دیگر چینلز والوں نے بھی جزوی طور پر بیانات ٹیلی کاسٹ کیے۔ ماہ شوال میں بھی چند ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوئے "اپنا" ٹی وی چینل (پنجابی) والوں کے لئے تفسیر قرآن (پنجابی) کے پروگرامز کی ریکارڈنگ اور ایڈیٹنگ کا کام تیزی سے جاری ہے "اپنا" چینل والوں نے متوقع تاریخ برائے ٹیلی کاسٹنگ یکم جنوری 2007ء بوقت شام پانچ بجے تا چھ بجے کے دوران بتائی ہوئی ہے۔ امید کہ متوقع تاریخ سے ٹیلی کاسٹنگ شروع ہو جائے گی۔ تاہم اگر کسی وجہ سے متوقع تاریخ کے مطابق ٹیلی کاسٹنگ شروع نہ ہو سکی تو احباب ٹیلی فون کر کے نئی تاریخ اور وقت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ساتھیوں سے درخواست ہے کہ دوسرے ساتھیوں اور دیگر احباب کو بھی ٹیلی کاسٹنگ شروع ہو جانے کے بعد اطلاع کر دیں تا کہ احباب کو باقاعدہ تفسیر قرآن (پنجابی) کے بیانات سننے کا موقع مل سکے۔

برائے معلومات

فون نمبر 042-7310974-5

ای میل ایڈریس۔ rahmat@ rahmat.com

المرشد سے انتخاب

گروہ بندیاں

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ھوا القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم اومن تحت ارجلکم اویلبسکم شیعاً ویذیق بعضکم باس بعض . انظر کیف نصرفُ الایٰت لعلھم یفقھون.

اللہ جل شانہ بہت کریم ہیں اور اُن کی رحمت ہر شے سے وسیع تر ہے۔ان رحمتی وسعت کل شیءٍ. ہر چیز سے اللہ کی رحمت وسیع تر ہے۔کسی کی خطائیں، کسی کے گناہ اُس کی رحمت کو عاجز نہیں کرسکتے۔وہ جسے چاہے ہدایت دے دے۔بخش دے، گناہوں کے بدلے نیکیاں عطا کر دے کوئی اُسے روک نہیں سکتا۔لیکن اُس نے اپنی حکمت بالغہ سے جب انسان کو شعور بخشا، فیصلہ کرنے کی قوت بخشی، تو اُس کے فیصلوں پر فطری طور پر جو ردعمل ہوتا ہے اُس پر بھی روک نہیں لگائی اگر زہر میں موت کی خاصیت ہے تو کوئی شخص زہر کھا لیتا ہے تو وہ اُس کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ پھر اُس سے پرسش یہ ہوگی کہ جب تم ایک لمحہ زندگی دے نہیں سکتے تو تم نے یہ برسوں کی زندگی کیوں چھینی۔یہی جرم قتل کا ہے جو خودکشی کا ہے کہ جو زندگی دے نہیں سکتا اُسے زندگی چھیننے کا کیا حق ہے؟ چھینتا کیوں ہے؟ تو ایک جو فطری نتیجہ ہے جو اصول فطرت کے ہیں اُن کے مطابق جو نتیجہ ہے وہ برآمد ہوتا ہے اور انسان کی جب خطائیں بڑھتی ہیں، گناہ بڑھتے ہیں، تو بالکل یہی حال ہوتا ہے کہ کسی کشتی میں اگر انسان ایک ایک کنکر بھی پھینکتا رہے تو ایک دن وہ اتنی بھر جاتی ہے کہ غرق ہو جاتی ہے۔کوئی بڑا منوں وزنی یا ٹنوں وزنی پتھر نہ رکھے لیکن وہ چھوٹے چھوٹے کنکر بھی لے ڈوبتے ہیں۔یہی مثال علمائے حق نے گناہ صغیرہ کی دی۔صوفیا نے جو اس کی تشریح فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔ جسے صغیرہ اصطلاح شریعت میں کہا گیا ہے۔اگر چہ اپنی سزا کے اعتبار سے وہ معمولی ہو لیکن گناہ ہونے کے اعتبار سے تو اُس اللہ کی نافرمانی ہے۔تھوڑی کر لی یا بہت کر لی نافرمانی تو اُس ذات کی ہے۔تو یہاں فرمایا کہ

ھوا القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم.

وہ قادر ہے۔وہ چاہے تو تم پر اوپر سے آسمانوں سے عذاب نازل کر دے۔کتنی قومیں اس طرح تباہ ہوئیں۔آسمانوں سے اُن پر پتھر برسے۔آسمانوں سے آگ برسی۔بادل گھر کر آئے اور لوگ قحط سالی کے مارے ہوئے تھے اور بڑے خوش ہوئے کہ خوب بارش ہوگی لیکن پانی کی بجائے بادلوں نے آگ برسائی۔اومن تحت ارجلکم. اور وہ قادر ہے کہ تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب پیدا کر دے۔کوئی جانور پیدا کر دے۔کوئی بیماری پیدا کر دے۔جیسے نوح علیہ السلام کے زمانے میں زمین کو حکم دیا تھا پانی چھوڑ دے۔کوئی بھی عذاب پیدا کر دے وہ قادر ہے اور ایک تیسری قسم کا عذاب یہاں بیان فرمایا۔

اویلبسکم شیعاً. وہ تم کو گروہوں میں بانٹ دے۔

ویذیق بعضکم باس بعض۔ اور پھر ایک گروہ کی طرف سے دوسرے کی تباہی کا سامان ہونے لگے اور ایک کی طرف سے دوسرے کو تکلیف پہنچے لگے۔

حضور نبی کریم ﷺ رحمتہ العلمین ہیں اور آپ ﷺ کی خصوصیات میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جب سے زمین پر قدم رنجہ فرمایا تو اجتماعی عذاب ختم کر دیئے گئے۔ بہت سے فضائل خود حدیث پاک میں ارشاد ہیں جن میں یہ بھی ہے کہ دنیا میں میری تشریف آوری سے پہلے قوموں پر اجتماعی عذاب آتے تھے۔ آسمانوں سے آتے تھے، زمین سے پیدا ہو جاتے تھے، زمین پھٹ جاتی تھی، قومیں غرق ہو جاتی تھیں، طوفان آتے تھے، قوموں کو بہا لے جاتے تھے ہوا کا طوفان آتا تھا قوم کی قوم تباہ ہو جاتی تھی، آسمان سے پتھر برستے تھے۔ یہ سارا عذاب اللہ کریم نے ختم کر دیا۔ مشرکین مکہ نے ایک بار تھک ہار کر کہا کہ ہم اس ایک ہستی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ساری کوششیں کر چکے ہیں کچھ بگڑتا بھی نہیں برداشت بھی نہیں کر سکتے۔ کہ ہمارا کئی صدیوں کا، باپ دادا کا، جو مذہب ہے اُسے باطل بتاتا ہے۔ ہمارے خداؤں کی تکذیب کرتا ہے۔ جنہیں مدتوں سے ہمارے آباؤ اجداد پوجتے چلے آرہے ہیں اگر ان کی بات مانیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کئی پشتوں تک ہمارے جو آباؤ اجداد اس مذہب پہ قائم رہے وہ سارے جہنمی ہیں وہ سارے دوزخ میں گئے۔ یہ اعتراض فرعون نے بھی کیا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے بات کی کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور جو تم نے دین بنا رکھا ہے یہ کفر ہے، باطل ہے، تو اس نے بھی کہا تھا کہ فما بال القرون الاولیٰ پھر پہلے جو فوت ہو چکے ہیں، مر چکے ہیں، اُن کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں کو بھڑکانے اور لوگوں کو خلاف حق ایک بات پہ جمع کرنے کے لئے یہ اعتراض فرعون نے کیا تھا۔ جو پہلے مر گئے ہیں ان کے بارے کہ وہ سارے جہنمی ہوں گے؟ کہ اللہ کا نبی کہے ہاں وہ دوزخی ہیں تو ہم لوگوں کو بھڑکائیں کہ دیکھو تمہارے باپ دادا کو دوزخی کہتا ہے۔ اس کی بات مانو گے۔ شیطان کے حربے بھی عجیب ہیں۔ جتنا کوئی اللہ کا مقہور بندہ ہو اور اُس کے غضب کا شکار ہو تو جو خرافات اُس کے منہ سے نکلتی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہو بہو ویسی ہی بات دوسرے کے منہ سے نکلے تاکہ اُسی طرح کا غضب اُس پر بھی نازل ہو۔ وہی بات اُس نے مشرکین مکہ کے ذہن میں ڈال دی۔ وہی کہتے تھے کہ بھئی ہم اگر ان کی بات مان لیں تو اس کا مطلب ہے ہم یہ مان لیں گے کہ ہمارے آباؤ اجداد تو جہنمی ہیں، دوزخی ہیں، وہ کافر تھے، گمراہ تھے، نہیں ہم یہ نہیں مانیں گے تو تنگ آ کر ایک دفعہ وہ بیت اللہ میں جمع ہوئے اور بیت اللہ کے پردوں سے لٹک کر دعا کی کہ یا اللہ اگر تیرا یہ بندہ جو کہہ رہا ہے یہ سچا ہے اگر یہ برحق نبی ہے اور اس کی دعوت واقعی حق ہے تو اس سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس پر وحی نازل فرماتا ہے اور یہ تیری بات کر رہا ہے تو ہم نہیں مان رہے تو پھر ہم پر پتھروں کی بارش کر ہمیں تباہ کر دے۔ یہ جھگڑا تو ختم ہو۔ یا تو ہم پر پتھر برسا، یا ہمیں کوئی اور دردناک عذاب جو چاہتا ہے کم از کم ہمیں ختم کر دے، پھر یہ ہوا اور اس کے ماننے والے ہوں اور تیری عبادت کرتے رہیں جھگڑا تو ختم ہو۔ اللہ کریم نے اپنے نبی ﷺ کو یہ بات بذریعہ وحی بتائی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ کافر یہ دعا کرتے تھے لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ فرمایا۔

وما کان اللّٰہ لیُعذ بھُم وانت فیھم. تو بھی زمین پر اُن کے درمیان موجود ہو۔ بستا ہو اور میں ان پر عذاب نازل کروں یہ میری رحمت کو گوارا نہیں۔ اگر انہی کی بات پر ہوتا تو جو کچھ یہ مانگ رہے تھے میں انہیں دیتا اور انہیں سمجھ آجاتی کہ ہم نے کیا مانگا ہے؟ کہ یہ بھی ایک گستاخی ہے اور بڑی بے باکی اور جرات ہے کہ وہ عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں لیکن ان کی یہ گستاخی بھی اس لئے

درگزر کر رہا ہوں۔ عذاب تو انہیں ملے گا لیکن زمین پر اب کوئی اجتماعی عذاب میں نازل نہیں کروں گا۔ وما کان اللہ لیعذ بھُم وانت فیھم. جب تو زمین پر موجود ہے۔ میری رحمت کو حیا آتی ہے کہ اُس زمین پر عذاب نازل کروں جہاں تو جلوہ افروز ہے۔

تو یہ جو اجتماعی عذاب تھے کہ آسمان سے عذاب نازل ہوا مخلوق تباہ ہو گئی' زمین سے پھوٹ پڑا مخلوق تباہ ہو گئی۔ یہ ختم کر دیئے گئے بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے اعزاز میں۔ جیسے فرمایا و جعلی الارض مسجداً و طھوراً۔ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ ساری زمین کو تیری خاطر پاک کرنے والی بھی، مسجد بھی، قرار دے دیا گیا۔ یہ دونوں باتیں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے نہیں تھیں۔ پہلی امتوں میں مٹی سے تیمم نہیں ہوسکتا تھا۔ پہلی امتوں میں ہر جگہ نماز نہیں ہوتی تھی۔ نماز کے لئے مسجد یا مخصوص جگہ یا ایک احاطہ بنایا جاتا تھا۔ اُس کے باہر نماز نہیں ہوتی تھی۔ لیکن آپ ﷺ کی برکات سے فرمایا! ساری زمین کو اللہ نے مسجد قرار دے دیا۔ جہاں وقت ہو جائے وہیں سجدہ کر لو۔ پانی نہیں ملتا تو مٹی سے تیمم کر لو۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ پانی کے دھونے سے جلد پاک ہوتی ہے تیمم سے ہڈیاں اور ہڈیوں کا گودا تک پاک ہو جاتا ہے۔ تو یہ برکات نبوت ﷺ تھیں آقائے نامدار ﷺ کی برکات تھیں جن کی وجہ سے مخلوق الٰہی ان اجتماعی تباہیوں سے تو بچ گئی مگر ایک عذاب نے ہمیں آلیا وہ ہے۔ او یلبسکُم شیعاً. اللہ تمہیں گروہوں میں بانٹ دے گا۔ ایسے ہی یہاں جن پر عذاب نازل ہوا انہیں گروہوں میں بانٹ دیا وہ متفرق گروہ ایک دوسرے کو ایذا دینے کا سبب' ایک دوسرے کی بُرائی سوچنے کا سبب' ایک دوسرے کی تباہی سوچنے کا سبب بن جاتے ہیں اُن کو کہا ہے او یلبسکُم شیعاً.

ترجمہ یہاں لکھا ہوا ہے۔ یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے۔ فرقہ تو کسی مذہبی عقیدے پہ ہوتا ہے۔ گروہ مفادات پہ ہوتا ہے اگرچہ اُس کو کسی مذہب کا رنگ دیا جائے۔ کسی عقیدے کا دیا جائے لیکن دراصل اُس کی بنیاد مفادات ذاتی پہ ہوتی ہے یا اگلے سے دشمنی پہ ہوتی ہے۔ تو فرمایا ایک عذاب یہ بھی ہے کہ تمہیں گروہوں میں بانٹ دے۔

ویذیق بعضکُم باس بعضٍ. اور ایک گروہ کی طرف سے دوسرے گروہ کو دُکھ پہنچے' تکلیف پہنچے' ایذا پہنچے'

اُنظر کیف نصرف الایٰتِ لعلھُم یفقھُون. دیکھیے ہم کس طرح بات کو واضح کر کے بیان فرماتے ہیں۔ مثالیں دے کے بتاتے ہیں تاکہ لوگ بات کو سمجھ سکیں۔ اُس کا ادراک کر سکیں اُس کے نفع و نقصان کو جان سکیں اُس سے بچ سکیں۔ اب یہ عذاب جو ہے گروہ بندی کا اسے دیکھ لیں کتنا عام ہوا ہے۔ یہی رمضان یا عید کے چاند کی بات دیکھ لیں۔ اب اس پہ مقابلے شروع ہیں کیا یہ محض گروہ بندی نہیں ہے؟ بالکل صاف اور سادہ سا حکم ہے۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر افطار کر دو۔ ایک آدمی سارا سال نفلی روزے رکھتا ہے۔ شعبان المعظم کی انتیس ہے اور فیصلہ نہیں ہو سکا کہ چاند ہوا ہے یا نہیں۔ کچھ کہتے ہیں ہوا۔ کچھ کہتے ہیں نہیں ہوا۔ اِس شُبے میں روزہ رکھنا کہ شاید رمضان ہوگا اُس کے لئے بھی حرام ہے شُبے میں روزہ رکھنا حرام ہے روزہ نہ رکھا جائے۔ اگر یقینی پتہ چلے بعد میں تحقیق ہو جائے کہ نہیں روزہ تھا تو وہ غلطی سے رہ گیا اُس کی قضا کی جا سکتی ہے لیکن شبے میں رکھنے کا جواز نہیں ہے۔ اسی طرح شُبے میں چھوڑ بھی نہیں جا سکتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے۔ صوموا لرویتکم وافطر لرویتکم. آج کے علم فلکیات نے بتایا کہ چاند ساری زمین پر ایک ہی وقت نظر نہیں آتا۔ کچھ علاقوں میں آج نظر آتا ہے۔ کچھ میں کل آئے گا کچھ میں شاید پرسوں نظر آئے اس لئے

کہ جوں جوں اُس کا فاصلہ سورج سے بڑھتا ہے تو جو قریبی علاقے ہیں اُن میں پہلے نظر آتا ہے۔ غروب آفتاب کے جو قریبی علاقے اُس وقت ہوتے ہیں جب چاند اور سورج میں فاصلہ بڑھ رہا ہوتا ہے تو اُن میں پہلے نظر آ جاتا ہے۔ لہذا مغربی ممالک میں پہلے نظر آ جاتا ہے۔ ہمیں بعد میں نظر آتا ہے تو چاند کے بھی زون ہیں طول بلد اور عرض بلد کے مطابق جو علم فلکیات کے حساب کے مطابق تقسیم کئے جا سکتے ہیں مثلاً عین ممکن ہے کراچی میں دو چار منٹ چاند دکھائی دے لیکن اُس چاند کے دیکھنے کے شاید ہم مکلف نہ ہوں۔ چونکہ ہمارا اور کراچی کا آدھے گھنٹے وقت کا فاصلہ ہے۔ اگر تو وہ چاند آدھا گھنٹہ آسمان پر ہے یا آدھے گھنٹے سے اُس کی عمر دو چار منٹ زیادہ ہو پھر تو ہم بھی اُس کے مکلف نہیں' اس لئے کہ آدھے گھنٹے بعد تو وہاں بھی نہیں تھا۔ تو بڑی آسانی سے یہ طے کیا جا سکتا ہے کہ کن شہروں میں چاند نظر آئے تو کتنے علاقے میں عید ہوگی یا کتنے علاقے میں رمضان ہوگا۔ اور باقی میں دوسرے دن ہوا۔ اب بجائے اسے طے کرنے کے میں کئی دنوں سے اخبار میں دیکھ رہا ہوں کہ جامعہ اظہر والے کہہ رہے ہیں کہ پوری دنیا پہ مسلمانوں کی ایک دن عید ہونی چاہئے اس کا مطلب ہے اب قمری تاریخوں کو چھوڑ دیجئے اور کوئی جون، جولائی، مارچ، اپریل کی ایک تاریخ مقرر کر لیجئے۔ تب ممکن ہے ورنہ چاند تو ایک دن نظر نہیں آئے گا اور وہ بھی ایک دن نہیں ہوگا کہ یہاں جس دن بارہ ہوگی تو ہمارے عین اپوزٹ مغرب میں اُس دن گیارہ کی رات ہوگی تو پھر ایک دن عید کیسے ہوگی؟ یعنی ساری دنیا پہ تو ایک وقت میں دن ہوتا ہی نہیں۔ یہ ایک نئے گروہ کا ایک نیا شاخسانہ بن رہا ہے۔ اب اس پہ ایک اور نیا گروہ بن جائے گا۔

تو یہ گروہ بندیاں قوموں میں' امتوں میں' کب آتی ہیں؟ کیوں آتی ہیں قرانِ حکیم نے اُس کا حل یہ بتایا ہے۔ وان تنازعتم فی شیءٍ فردوہُ الی اللہ والرسول. اگر کسی بات پر اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے تو اُسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرو اور وہاں سے جو حکم ہو وہ سارے مانو۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ سب کا ہے۔ اللہ سب کا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ فیصلہ فرمائیں گے تو کسی ایک گروہ کی دوسرے پہ بالادستی نہیں ہوگی۔ کسی ایک فرد کی دوسرے پہ چڑھائی نہیں ہوگی بلکہ رسول اللہ ﷺ سب کے ہیں تو فیصلہ بھی سب کا ہوگا۔ لیکن اگر آپ اُس بات کو بارگاہ رسالت پناہی ﷺ میں پیش نہیں فرماتے۔ شریعت مطہرہ پہ پیش نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ کے احکام کے مطابق تصفیہ نہیں کرتے تو پھر ہر کوئی اپنی اپنی رائے پہ ڈٹ جائے گا اُسے نیکی بھی سمجھے گا' ثواب بھی سمجھے گا اور مخالف کو یا نہ ماننے والے کو زیر کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔ پھر بات باتوں سے الزامات پہ جائے گی' الزامات سے بہتان پہ جائے گی' بہتان سے لڑائی پہ جائے گی' پھر ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ گے تو کیا ہوگا؟ ویذیق بعضکم باس بعض ۝ ایک دوسرے کی طرف سے دوسرے پر تکلیف اور دکھ اور خرابی کا اظہار ہوگا اور ہم اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں ہماری گروہ بندیاں اس حد تک چلی گئی ہیں کہ اب کسی گروہ کا عبادت خانہ بھی محفوظ نہیں۔ جو اپنے آپ کو مواحد اور توحید پرست کہلواتے ہیں اُن کی مساجد میں بھی بم پھٹتے ہیں جو اپنے آپ ﷺ کو صوفی اور اہل اللہ کہلاتے ہیں اُن کی مساجد میں بھی گولی چلتی ہے جو اپنے آپ کو مومن کہلاتے ہیں اُن کے امام بارگاہوں میں بھی گولے برستے ہیں کون کوئی باہر سے آتا ہے؟ عذاب الٰہی ہے کہ بے شمار گروہ بن گئے ہر گروہ اپنے آپ کو صرف حق پہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ دوسرے کو مٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ دوسرے کو زندہ بھی نہ رہنے دیا جائے۔

اس طرح جب سلاسل یا جماعتیں بنتی ہیں تو اُن میں بھی اللہ کی

ناراضگی کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اُن میں بھی گروہ بندیاں بن جاتی ہیں اور یہ گروہ بندی بالکل اسی طرح بنتی ہے جس طرح امتوں میں بنتی ہے۔ کہ جب آدمی اپنی رائے اور اپنے فیصلے پہ اڑ جاتے ہیں تو گروہ بندیاں بن جاتی ہیں جس طرح وہاں حکم ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں معاملات کو پیش کرو۔ اسی طرح جماعت میں بھی چاہیے کہ بات کو شیخ کے سامنے رکھا جائے اور جو طے ہو وہ سب کے لئے قابل قبول ہو۔ ہر آدمی کا شیخ پر اتنا ہی حق ہے جتنا کسی بہت قریبی کا۔ شیخ سے کوئی دور نہیں ہوتا۔ کوئی امتی نبی ﷺ سے دور نہیں ہے۔ ہر ایک کو یہ اعتماد ہونا چاہیے کہ میرا شیخ ہے میں اپنی گزارش پیش کر سکتا ہوں۔ میں اپنی بات کر سکتا ہوں میں اپنا دکھ کہہ سکتا ہوں۔ اگر یہ چیز نہیں رہے گی تو وہ قوت، وہ جذبہ، جو ذکر اذکار پہ آمادہ کرتا ہے۔ وہ جذبہ جو ایثار و قربانی پہ آمادہ کرتا ہے۔ وہ جذبہ جو قرب الٰہی کی تلاش پہ آمادہ کرتا ہے اُس میں کمی آ جائے گی۔ اور عظمت الٰہی کو تلاش کرنے کی بجائے بندہ اپنی بڑائی کی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ چونکہ یہ کیفیات بھی انعکاس ہوتی ہیں اور از خود پیدا نہیں ہوتیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ سے فتح بیت المقدس کے وقت عرض کیا گیا کہ آپؓ اچھا لباس پہن لیں اور ایک اچھے سے گھوڑے پہ بیٹھ جائیں۔ آخر عیسائیوں نے آپؓ سے بات کرنی ہے اور آپؓ کو بحیثیت امیر المومنین دیکھنا ہے تو یہ آپؓ کا لباس پھٹا ہوا ہے اور ٹاکیاں لگی ہوئی ہیں۔ پھر اوپر سے بارش برسی اُس سے لت پت ہے اور سواری کے اونٹ کا بھی یہی حال ہے۔ آپؓ نے لباس تبدیل فرمایا اچھے گھوڑے پر بیٹھے اور پھر اُتر گئے اور کہا میرا وہی لباس لاؤ۔ مجھ میں ایک اکڑ سی پیدا کر دی تھی یہ تو مجھے نہیں چاہیے پھر فرمایا کہ یہ بہترین نسل کے گھوڑے عرب میں موجود تھے۔ بہترین لباس، زرو جواہر اور سونے کے تاج عرب میں موجود تھے لیکن ہمیں جانتا کوئی نہیں تھا ہمیں کوئی گھاس تک نہیں ڈالتا تھا۔ کون ہمیں پوچھتا تھا؟ ہماری عزت گھوڑوں سے اور بہترین لباس سے نہیں ہے ہماری عزت محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی سے ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت نے ہمیں عرب بنا دیا۔ آپ ﷺ کی رفاقت نے ہمیں ان منازل پہ پہنچا دیا۔ حضور ﷺ کی غلامی میں ہماری عزت ہے یہی ہماری پہچان ہے۔ یہ بہترین لباس اور یہ بہترین سواریاں نہیں۔ آپؓ نے وہی اپنا لباس پہن لیا اور اُس طرح اونٹ کی مہار پکڑ لی کہ سواری کی باری غلام کی ہے بیت المقدس تک اور پر بیٹھو اب میں مہار پکڑ کے چلوں گا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ یہی نشانی کتب سابقہ میں دی گئی تھی۔ جو عیسائی علماء کے مطالعہ میں تھی کہ ایک عجیب شخص ہوگا' پھٹے ہوئے لباس والا' کیچڑ سے آلودہ اونٹ پر غلام اور خود مہار پکڑے ہوئے۔ اُس سے لڑنا مت وہ بیت المقدس کا فاتح ہے۔ اُسے شہر سپرد کر دینا انہوں نے دیکھا تو انہوں نے شہر خالی کر دیا کہ اس سے لڑو گے تو تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ فتح اس کا مقدر ہے۔

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی باعث عزت و افتخار ہے۔ اسی طرح جماعت کے ہر طالب کو اپنے شیخ پہ اور اپنی ذات پہ بھی اعتماد ہونا چاہیے۔ کہ میرا بھی تعلق ہے۔ جو بات کرے وہ کسی کی تکلیف، کسی کی بُرائی، کسی کو دکھ پہنچانے کے لئے نہیں اپنی اصلاح اور دوسروں کی اصلاح کی فکر کرے اور بھلائی کی بات کرے۔ چونکہ یہ عذاب او یلبسکُم شیعاً ویذیق بعضکُم باس بعضٍ ہ آج ہم ہر طرف گروہ برپا دیکھ رہے ہیں۔ یہ عذاب ہے جو باقی رہ گیا اس میں قومیں بٹ جاتی ہیں اور آپ دیکھ لیں میں نہیں سمجھتا کہ ملک میں کوئی ایک مسجد ایسی ہو جہاں مختلف گروہ نہ ہوں۔ جہاں نہیں ہونا

چاہئے وہاں بھی اختلاف ہے مسجد اللہ کی ہے جو نماز پڑھا رہا ہے مسلمان ہے۔ یہ کافی ہے چلو نیک نہ ہوگا گناہگار ہوگا لیکن یہ فیصلہ کہ وہ نیک ہے یا گنہگار یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے ہمیں تو اُس نے جج نہیں بنایا کہ کسی کے بارے میں ہم فیصلہ دیں کہ یہ نیک ہے یا گناہگار۔

والا تزکوا انفسکم. اپنے آپ کو پارسا مت سمجھو اس لئے کہ جن کاموں کو تم نیکی سمجھے بیٹھے ہو شاید وہی اُس کے ہاں گستاخی ہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اُس کے اندر ایک خلوص اور نیت بھی ہوتی ہے۔ کیا خبر جس سجدے کو ہم عبادت سمجھ رہے ہیں اُس میں ناراض ہو کہ اس میں تو تو نے اپنی پارسائی کے لئے سجدے لمبے کئے تھے کہ لوگ سمجھیں یہ بڑا نیک ہے۔ اس میں میرا سجدہ کونسا ہے پھر ہم نے تو اُسے نیکی لکھا ہوا ہے کہ میں نے اتنے نفل پڑھے اور وہ ناراض ہے کہ تم نے بُری نیت سے پڑھے۔ تمہارا ارادہ اپنی پارسائی جتانے کا تھا میری عبادت کا تو نہیں تھا۔ اس طرح بہت سے کام جو ہم کرتے ہیں تو کسی نیکی کی ہمیں رسید نہیں ملتی کہ یہ تمہاری نیکی قبول ہوگئی۔ گناہ کا تو ہمیں پتہ ہوتا ہے بُرائی ہے۔ تو اپنے آپ کو پارسا سمجھنا اور دوسرے کو بُرا سمجھنا یہ درست نہیں ہے۔ مسجد میں ایک شخص نماز پڑھا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نیک ہے یا بُرا، جو مسلمان نماز پڑھا رہا ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھو بات ختم ہوگئی۔ وہ جیسا بھی ہے اُس وقت نماز پڑھا رہا ہے۔ آپ آ گئے آپ نماز پڑھ لیں۔ آپ نے جانا ہے آپ نے اپنا کام کرنا ہے تو اُس میں کیا ہے جب اللہ قبول کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں تو ہمیں کیا جھگڑا کہ فلاں کیوں پڑھا رہا ہے؟ لیکن ایک اسی بات پہ دیکھ لیجئے کہ امت میں کتنا تفرقہ ہے۔ امین بلند آواز سے کہنی ہے یا خاموشی سے، اس پہ جھگڑا چل رہا ہے۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی ہے نہیں پڑھنی، اس پہ جھگڑا چل رہا ہے۔ اگلے دن ایک ساتھی کا خط تھا کہ مجھے کچھ لوگ کہتے ہیں تم امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ تمہاری نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ میں نے کہا اُن سے پوچھو تمہیں قبول یا رد کرنے کا اختیار کس نے دیا۔ تم کون ہوتے ہو؟ کسی کی نماز قبول کرنے والے یا رد کرنے والے۔ میں کیا تمہاری نماز پڑھ رہا تھا۔ فروعی اختلافات ہیں اور ہونے چاہئیں اس لئے کہ ہر انسان کی ذہنی استعداد اور فکری استعداد ایک سی نہیں ہوتی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب خندق سے واپسی ہوئی۔ آپ ﷺ نے ابھی زرہ نہیں اُتاری خود مبارک اُتارا اور سر اقدس پہ پانی کا ایک چلو ڈالا۔ دوسرا ڈالا، تیسرا ابھرا تو وحی آ گئی کہ زرہ مت اُتاریے اور بنو قریظہ کی طرف جائیے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار نہیں اُتارے گا۔ سیدھے بنی قریظہ پہنچو اور چونکہ ظہر ڈھل رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ عصر کی نماز وہاں پڑھو۔ مراد یہ تھی کہ جلدی پہنچو۔ آپ ﷺ نے بھی خود مبارک زیب تن فرمایا اور تیار ہو گئے نکل پڑے۔ تو راستے میں عصر کا وقت آ گیا تو مجاہدین اللہ کے وہ مقرب بندے جو چالیس دن خندق میں رہے تھے۔ بھوک، پیاس، سردی کی شدت، جنگ تکلیف ساری بھگت کر پھر آگے محاذ پر جا رہے تھے اُن میں بات سمجھنے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ کچھ نے کہا چلتے چلو مت رکو۔ عصر وہاں پڑھنی ہے۔ دوسروں نے کہا بھئی حضور ﷺ نے محاورۃً فرمایا ہے عصر وہاں پڑھو ورنہ حضور ﷺ ہمیشہ تاکید فرماتے ہیں کہ نماز اول وقت پڑھی جائے تو وہاں جا کر بھی نماز ادا کرنی ہے۔ یہاں بھی کرنی ہے وہاں دیر ہو جائے گی یہاں بروقت ہو جائے گی تو نماز یہاں پڑھ لی جائے اور نماز کا وقت تو وہاں بھی چاہئے یہاں بھی چاہیے اور حضور ﷺ ہمیشہ تلقین فرماتے ہیں کہ نماز پہلے وقت میں پڑھو اس لئے نماز پڑھ لینی چاہئے۔ پھر وہاں پہنچ جاتے ہیں دوسرے نے کہا جی نہیں حضور ﷺ کا سادہ سا حکم ہے کہ

عصر وہاں جا کر پڑھو بس بات ختم ہوگئی تو آدھے کچھ لوگ جو اُس طرف تھے وہ چلے گئے' انہوں نے عصر وہاں جا کر پڑھی کچھ لوگوں نے وہاں راستے میں پڑھ لی اور اُن کے فارغ ہونے تک یہ بھی پہنچ گئے۔ حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے تو یہ بات آپ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی کہ حضور ﷺ کچھ لوگوں نے نماز راستے میں پڑھ لی اُن کا خیال یہ تھا کہ آپ ﷺ اول وقت پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں لہذا نماز اول وقت پڑھنی چاہئے۔ پھر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ دوسروں نے کہا کہ جب حضور ﷺ نے حکم دیا عصر وہاں ہوگی تو اُس میں تاویل کی کیا گنجائش ہے وہیں جا کر پڑھیں گے اول وقت ہو یا آخر وقت ہو۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا اور دونوں کی رائے قبول فرمائی۔ اس لئے کہ دونوں طرف خلوص تھا' کوئی اپنی بات منوانے کے لئے نہیں کر رہا تھا۔ ان کی رائے میں بھی وزن تھا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اول وقت پڑھو۔ یہ بھی حضور ﷺ کا حکم ہے اور اگر وہاں پہنچیں گے تو وہاں بھی عصر پڑھنی ہے تو یہاں پڑھ لیں دوسروں نے کہا جی سیدھے وہاں جا کر پڑھو تو آپ ﷺ نے سکوت فرمایا اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی گویا فرمایا دونوں حق ہیں۔

یہ فروعی اختلاف ہے امین کہنا' اس کا کوئی منکر نہیں ہے سب امین کہتے ہیں یہ تو اصل ہے اب فرعہ کیا ہے بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ سے کہی جائے۔ اُس میں فرق ہے تو کیا ہوا؟ تکبیر کہنے اور تکبیر پر ہاتھ اٹھانے یہ کوئی اختلاف نہیں' جو بھی بندہ نماز کی نیت کرتا ہے وہ تکبیر بھی کہتا ہے' ہاتھ بھی اٹھاتا ہے' حنفی بھی اٹھاتے ہیں' مالکی بھی اٹھاتے ہیں' شافعی بھی اٹھاتے ہیں' حنبلی بھی اٹھاتے ہیں' سارے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ اب احناف کے نزدیک پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھانے سے ہاتھ اٹھانے کا حکم پورا ہوگیا۔ ہر تکبیر پہ اٹھانا ضروری نہیں دوسرے آئمہ کہتے ہیں جب اللہ اکبر کہو تو ہاتھ کانوں کی طرف لے جاؤ یہ فروعی اختلاف ہے۔ اصل تو یہ تھی کہ تکبیر کہی جائے اور اُس پر ہاتھ کانوں کو لگایا جائے۔ اُس کے تو سب قائل ہیں۔ آگے اُس کی وضاحت میں تھوڑا تھوڑا فرق اُس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اور یہ اختلاف صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بھی تھے۔ انہی کو "مشاجرات صحابہ" کہا گیا ہے۔ صحابہ کبار میں جھگڑے نہیں تھے' یہ فروعی اختلاف تھے اور اُسے "مشاجرہ" کہا گیا۔ مشاجرہ شجر سے ہے۔ جس طرح کسی درخت کی ٹہنیاں بہت گھنی ہو جائیں اور ایک دوسرے میں الجھ جائیں تو زیادہ گھنا سایہ ہو جاتا ہے۔ زیادہ مزے دار ہو جاتا ہے' تو صحابہ کرام کے ان فرعی اختلافات کو مشاجرات کہا گیا کہ ان کی وجہ سے احکام نبوی ﷺ کی خوب وضاحت ہوگئی اور اُن کا ہر پہلو سامنے آگیا اور عمل کرنے والے کے لئے آسانیاں پیدا ہوگئیں کوئی اُس طرح سے کر لے گا کوئی اُس طرح سے کر لے گا۔

اختلاف رائے اگر فرع میں ہو اصل میں نہ ہو تو اختلاف نہیں ہے۔ وہ سمجھ کا فرق ہے' دانست کا فرق ہے' علم کا فرق ہے اب ایک بات جو کی جارہی ہے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر بندہ اُس سے مستفید ہوگا۔ سب کے سمجھنے کا' سننے کا لیول ایک نہیں ہے قوت سماعت میں فرق ہوتا ہے۔ قوت بصارت میں فرق ہے۔ اسی طرح سمجھنے کی قوت، ادراک بھی ہر ایک کا اپنا اپنا ہوتا ہے لیکن جب اختلاف یہ صورت اختیار کر جائے کہ دوسرے کی ایذا کا سبب بننے لگے تو پھر یہ عذاب الٰہی بن جاتا ہے۔ جب اختلاف برائے اختلاف ہو جائے اور دوسرے کو منوانا مقصود ہو اور اُسے طے کرنا اور اُسے شکست دینا مقصود ہو تو پھر یہ عذاب الٰہی بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ

وہ اس بات پر قادر ہے۔ او یلبسکم شیعاً. تمہیں گروہ گروہ کر دے۔ ویذیق بعضکم باسا بعض. اور ایک گروہ دوسرے

گروہ پر چڑھ دوڑے اور قتل وغارت کرے اور تباہی کرے یا اُسے ذہنی طور پر پریشان کرے یا اُسے مادی طور پر نقصان دے۔ یہ عذاب اُس صورت میں آتا ہے جب آپ مرکز سے کٹ جاتے ہیں۔ جب اُمتی اپنے حبیب ﷺ سے کٹ جاتا ہے اور اپنی رائے پہ عمل کرنے لگتا ہے۔ اگر کوئی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کسی بات پہ جھگڑا پیدا ہو جائے۔

ان تنازعتم فی شیءٍ تنازعہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لٹاؤ۔ اسی طرح سلسلے میں' جماعت میں' کوئی اختلاف رائے آتا ہے تو اُسے شیخ کے پاس پیش کیا جانا چاہئے اُسے طے ہونا چاہئے اور جو فیصلہ ہو وہ ہر ایک کے لئے قابل قبول ہونا چاہئے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ یہ مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے جھگڑوں پر آپ ﷺ کو حاکم مقرر نہ کرلیں اور پھر یہ نہیں کہ صرف رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروائیں بلکہ جو فیصلہ آپ ﷺ دیں وہ سچے دل سے قبول کریں اور کسی کے دل میں کوئی اُس کے خلاف رنجش نہ آئے۔

کسی کے دل میں رائی برابر یہ بات نہ آئے کہ ایسا فیصلہ کیوں ہوا؟ بلکہ خلوص دل سے یہ سمجھیں کہ جو فیصلہ ہوا ہمارے لئے وہی حکم ہے۔ اللہ کریم مہربانی فرمائے۔ ٹوٹی پھوٹی عبادت قبول فرمائے۔ کوتاہیوں' لغزشوں' گناہوں' سے درگزر فرمائے لیکن انسان چونکہ مکلف ہے اُسے اپنے کردار کی ہر وقت فکر رہنی چاہیے اپنی سوچوں کا احتساب کرتے رہنا چاہئے اور اپنے آپ کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ محاسبہ اپنا کیا جانا چاہئے سیدنا فاروق اعظمؓ فرماتے تھے اپنا محاسبہ کیا کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ اور فرماتے تھے دوسروں سے عبرت حاصل کیا کرو اس سے پہلے کہ تم کسی اور کے لئے عبرت بن جاؤ۔ تو میرے بھائی! سب باتوں کی بنیاد تعلق اور پیوستگی سے ہے۔ اپنے آپ کو اپنے مرکز سے پیوستہ رکھو۔ اپنا اعتماد بحال رکھو۔ اور کوئی صورتحال' کوئی بات' ہو اُسے اپنے اور دوسروں کے بھلے کیلئے پیش کرو۔ بے تکلفی سے بات کرو ہر ایک کا حق ہے اللہ کریم سب کو استقامت علی الدین نصیب فرمائے۔

اطلاع

آڈیو کیسٹس.........ویڈیو ڈیز

ہم نے لاہور سے آڈیو کیسٹس اور ویڈیو ڈیز کی ڈاک کے ذریعے سے سپلائی کا باقاعدہ آغاز کردیا ہے۔ احباب منی آرڈر یا کسی دوسرے طریقہ سے رقم بھجوا کر اپنی ضرورت کے مطابق آڈیو کیسٹس یا ویڈیو ڈیز منگوا سکتے ہیں۔ اگر احباب کو آڈیو کیسٹس یا ویڈیو ڈیز کے متعلق کوئی شکایات ہوں یا تجاویز بھجوانا چاہیں تو وہ بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

رحمت اللہ ملک۔ 6-مزنگ روڈ لاہور۔ فون نمبر 042-7310974-5

ضرورت سٹاف

سلسلہ عالیہ کے میڈیا ڈیپارٹمنٹ کو درج ذیل سٹاف کی فوری ضرورت ہے۔

1-ڈیجیٹل ویڈیو کیمرہ مین۔

2-ایڈیٹنگ سٹاف جو کہ Adobe Premiere Matroxe RTX 100 کا تجربہ رکھتے ہوں۔

3-اُردو انگلش کمپیوٹر آپریٹر۔

خواہش مند درج ذیل پتہ پر درخواستیں ارسال کریں۔

☆☆☆

رحمت اللہ ملک

6-مزنگ روڈ لاہور

فون نمبر 042-731097405

E-mail- rahmat@rahmat.com

سفیر کا قتل

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

کسی بھی دور کی اخلاقی اقدار یا معاشرتی اور معاشی انصاف کا اندازہ اس عہد میں صادر ہونے والے واقعات سے کیا جا سکتا ہے۔ حکومتوں اور حکمرانوں کی عدل گستری کے شاہد عدل بھی یہی واقعات ہوتے ہیں۔ صحافت ایک معنوں میں عوام اور حکومت کے درمیان سفارتکاری ہے کہ عوام کی آواز حکومتی ایوانوں تک اور حکومتوں کی کارکردگی عوام تک پہنچاتی ہے۔ صحافی قومی سفیر ہوتے ہیں۔ عہد جہالت میں جب جور و جفا انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور رومی شہنشاہ انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑ کر تماشا دیکھا کرتے تھے' افریقی اقوام مخالفوں کو قتل کر کے دستر خوان کی زینت بناتی تھیں۔ مغرب وحشی مغرب کہلاتا تھا۔ برصغیر میں پتھروں کے سامنے انسانوں کو ذبح کیا جاتا تھا تب بھی دنیا میں ایک اصول تھا' وہ یہ کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔

جب نور اسلام طلوع ہوا' رحمت للعالمین مبعوث ہوئے اور آپؐ نے اس اصول کو پسند فرما کر اس پر عمل فرمایا تو یہ دستور زمانہ یا رواج نہ رہا بلکہ دین کا حکم اور اصول اسلام کا درجہ پا گیا۔ مسلمانوں کیلئے قیامت تک اسلامی قانون بن گیا۔ مگر عجیب بات ہے کہ وطن عزیز میں کوئی غنڈہ ایک نامور صحافی یا نامور قومی سفیر کو اپنی درندگی کا نشانہ بناتا ہے اور اسے کسی کا ڈر نہیں۔ نہ حکومت کا نہ حکومتی اداروں اور نہ سیاسی رہنماؤں کا۔ کیا ہم بحیثیت قوم پستی کی اس حد تک چلے گئے ہیں کہ کہیں احساس جرم کا کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا؟

سیاسی جماعتیں تو بہت کام کرتی ہیں۔ اظہار افسوس کرتی ہیں' قرارداد مذمت منظور کرتی ہیں اور بعض تو اس قدر دردمند دل رکھتی ہیں کہ شہید یا شہید کے نام پر باقاعدہ چندہ بھی جمع کر لیتی ہیں اور یوں حق انصاف ادا ہو جاتا ہے۔ رہے حکومتی ادارے تو وہ ان سے چار ہاتھ آگے چلتے ہیں اور نامعلوم افراد کے خلاف پرچہ درج کر کے مصروف تفتیش ہو جاتے ہیں' جس تفتیش کا کبھی کوئی سرا ملا نہیں کرتا' حتیٰ کہ پھر کوئی حادثہ انہیں پھر سے یہ سارا کام دہرانے کی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ملک میں ہزاروں لوگ قتل کے اس وحشت ناک عفریت کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔ اخبار ان واقعات سے بھرے ہوتے ہیں ان میں ایک اسماعیل ملک بھی ہیں جو نہ جانے اپنے پیچھے کتنی آنکھیں اشکبار اور کتنے دل درد سے ہمکنار چھوڑ گیا اور یہ تو ہوتا بھی ہے' مگر وہ محض ایک آدمی نہ تھا کہ جو پیدا ہی مرنے کیلئے ہوتا ہے وہ قومی سفیر تھا جو صرف مرنے کیلئے نہیں کچھ کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ بھی اس بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جانے لگے تو دیکھنا یہ پڑے گا کہ کیا ہم عہد جہالت کے لوگوں کی ذہنی اور اخلاقی حالت سے بھی نیچے گر چکے ہیں۔ اللہ کریم معاف فرمائے! کیا ہمارے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟ لاکھوں مدارس' مبلغ اور دینی رہنما' ہر روز نعتیہ مجالس برپا کرنے والے احباب' دعویٰ عشق رسولؐ رکھنے والے صوفی' پیر صاحبان اور ارباب حل و عقد کیا فرماتے ہیں؟ کیا ظلم اور اسلام ایک ساتھ رہ سکتے ہیں' کیا عہد جہالت کی طرح کے اس گئے گزرے دور میں عشق رسولؐ کی بات کی جا سکتی ہے۔ ہمیں اس سوال پر پوری دیانتداری سے غور کرنا ہوگا۔ اللہ کریم ہمیں عدل اسلامی نصیب فرمائے اور جہالت سے پناہ میں رکھے۔ اللہ کریم اس ملک کو ہمیشہ نہ صرف قائم رکھے بلکہ تابندہ و پائندہ بھی رکھے مگر یاد رہے عدل اس کی بنیادی اینٹ ہے۔ (بشکریہ روزنامہ خبریں)

ہمارا مشن دنیا کو چھوڑ کر بیٹھے رہنا نہیں

ہے بلکہ یہ دنیا ہمارے رب کی ہے اس نے ہم سب کو

رہنے کے لئے دی ہے اور ہمیں اسے سنوارنے کے لئے بھیجا

ہے۔ ہمارا مشن یہ ہے کہ ترک دنیا کی بجائے ہم اس دنیا کو استعمال

کریں جس کے لئے یہ بنی ہے اور جو قاعدہ رب کریم نے اسے

استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام

یا ذکر الٰہی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ پستیوں سے اٹھا

کر عظمتوں سے آشنا کرنے کا آسان ترین راستہ اور مختصر

ترین زینہ ہے۔

کنز الطالبین

حج کا موسم آگیا ہے

☆......... ام فاران

حج کا موسم آ گیا۔ لاکھوں خوش نصیب دنیا سے دامن چھڑا کر اپنے مالک کے مہمان ہوں گے۔ مانگنے اور مقبول ہونے کے دن آئے۔ اور اللہ کے گھر پہنچنے والا ہر شخص ہر طرف سے بے غرض ہو کر اپنے رب کی طرف یکسوٗ عمر رائیگاں کو کار آمد بنانے میں کوشاں زندگی کے بہترین وقت سے گزرے گا۔ مانگتے مانگتے سو جانے اور جاگ کر پھر مانگنے والوں کی مناجاتوں میں شائد ہمارا تذکرہ بھی کہیں ہو۔ کوئی تو ایسا بھی ہوگا جو افراد اکیلے نہیں' انسانیت کے لئے بھلائی مانگ رہا ہوگا۔ کسی کے لب تو عالم اسلام کے لئے دہل رہے ہوں گے۔

لب جو خود غرضی زیب نہیں دیتی اور جب رب کی عنایتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو تو چند قطروں پہ قناعت کہاں کی عقلمندی ہے۔ کبھی تو ایسا بھی ایک وقت آئے گا کہ جب ہم بھی رخصت کرنے والوں کی بجائے رخصت ہونے والوں میں شامل ہوں گے بس ذرا بلائے جانے کے اہل تو ہو لیں۔ ہم تو موذن کی پانچ وقت کی پکار کا جواب نہیں دے پاتے۔ ابھی ہم کس منہ سے وہاں جانے کی بات کریں۔

ہاں مگر دل میں دبی دبی سی خواہش رکھنے میں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ دل میں شوق کو جگہ دیں گے اُس سے ملنے کی چاہ ہوگی۔ جانے کی تڑپ ہوگی تو شائد اس کی رحمت کو ہم گنہگاروں پہ رحم آ جائے۔ شائد!

حج کے معنی کسی کے پاس بار بار جانے کے ہیں۔ حج کا موسم ہر سال آتا ہے لیکن حج ہر سال ہر ایک پر فرض نہیں۔ بلکہ حکم ہے کہ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً

''اور لوگوں پر اللہ کے لئے اس کے گھر کا حج کرنا فرض ہے اس پر جو اس تک راہ پا سکے''، یعنی استطاعت رکھتا ہو۔ صاحب استطاعت وہ ہے جو آزاد ہو' صحت مند ہو اور اتنا مال رکھتا ہو کہ زادرہ کے علاوہ اپنے اہل وعیال کے لئے بھی پیچھے چھوڑ جائے پھر راستہ بھی پُر امن ہو۔ یوں حج ہر عاقل، بالغ، صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

حج کا فلسفہ سمجھنے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اللہ نے انسان کو اطاعت کے لئے نہیں اپنی محبت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اطاعت وہ محبت کے اظہار کے طور پر کرتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی اور رضا پانے کے لئے کرتا ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کی رضا پا لینا محبّ کی اولین خواہش ہوتی ہے۔

اللہ کریم کو یہ پسند نہیں کہ جس طرح سانس لینا ہماری فطرت میں ہے اسی طرح اللہ کی بندگی بھی ہم میں feed کر دی جاتی۔ اور اس میں ہماری مرضی یا خوشی کو کوئی دخل نہ ہوتا جس طرح فرشتے ہیں یا انسان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات ہیں۔ یہی انسانیت کا شرف ٹھہرا کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو تلاش کرے' پہچانے اور پھر مانے اور ایسا مانے کہ خود کو اس کی رضا میں فنا کر دے کل من علیھا فان اور پھر اس کے نتیجے میں ایسا تعلق پیدا ہوگا کہ صرف وہ ہی باقی رہے گا اور باقی ہر شے اس کا حوالہ بن کر رہ جائے گی۔ و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام حج کے مناسک میں عشق کی یہی وارفتگی پائی جاتی ہے، دیوانہ وار طواف کعبہ کرو اور پکار پکار کر لبیک لبیک کہو۔ مست و بے خود ہو کر سعی کرو نہ صرف جانور کو قربان کرو بلکہ نفس امارہ

کی گردن پہ بھی چھُری پھیر دو۔ تو پھر اس سے یہ ہوگا کہ صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی تو تمہاری ذات گناہوں سے دھل کر اس طرح پاک وصاف ہو جائے گی گویا تم نے آج ہی ماں کے پیٹ سے جنم لیا۔

حج یا عمرہ کرنا صرف ایک فرض یا عبادت کا نام نہیں ہے نہ یہ کسی پکنک کا نام ہے نہ نئے لوگوں اور نئی جگہوں کو دیکھنے کا نام ہے اور نہ اس کا مقصد دنیا کی نظروں میں معتبر بننا ہے اور اپنے نام کے ساتھ سابقوں اور لاحقوں کے اضافے کا نام ہے یہ تو قربانی کا اتھاہ جذبہ ہے جو ہمیں اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توسط سے ملا۔ یہ تو پیاسی روح کی پیاس کو بجھانا ہے جیسے اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کے قدموں سے زم زم کو جاری کر کے ان کی پیاس بجھائی اور یہ تو بے قرار دل کے قرار کا نام ہے۔ جو اللہ نے مائی حاجرہ کے دل کو بخشا کہ بیچ صحرا اپنے نوزائیدہ کو لے کر اللہ کے بھروسے بیٹھ رہیں نہ لب، پہ کوئی شکوہ نہ دل میں کوئی سوال۔ ہم سو مصیبتوں کے بعد سفرِ حج پہ جاتے بھی ہیں تو اس چمک دمک کے دور میں چھوٹے بچوں کی طرح بتیاں دیکھنے میں گُم ہو جاتے ہیں۔ عربوں کی امارت، سڑکوں کی روانیاں، عمارتوں کی بلندی، رنگا رنگ مخلوق اور دنیا کی تمام نعمتوں کے انبار ہمیں یہ بھلا دیتے ہیں کہ ہم کس جگہ ہیں اور کیا کرنے آئے ہیں۔

معلمین اور کتابوں کے سہارے ارا کین حج ادا کرتے ہیں بنا یہ سمجھے اور جانے کہ جو عمل کر رہے ہیں کیوں کر رہے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کا حاصل کیا ہے؟ جس طرح یہاں ہمارے دین کے ضامن مولوی حضرات ہیں، ماں باپ مر جائیں تو جنازے کیلئے یا اولاد پیدا ہو تو اذان کیلئے اور نکاح کیلئے نماز با جماعت کیلئے خود مؤمن ہوتے ہوئے ہم ان کے محتاج ہیں۔ ایسے ہی ہم مناسک حج کے لئے ہم نہ اپنے شعور کو بیدار کرتے ہیں اور نہ دل کو حاضر اب تو حج بھی ایک رسم، ایک رواج سے بڑھ کر کچھ نہیں رہا دین کے باقی اراکین کی طرح یہ رکن بھی اپنی روح کھو چکا ہے۔

بہت کم ایسے احباب ہوتے ہیں جن کی حاضری واقعی حضوری کا درجہ رکھتی ہے جن کے صرف لب نہیں ہلتے' دل بھی لرزاں و ترساں ہوتے ہیں۔ شائد اللہ اپنے ان مقبول اور منتخب بندوں کی طفیل باقی سب کی مناجات کو بھی قبولیت بخش دے ورنہ ہم دین کی روح کو سمجھنے سے بے بہرہ لوگ ہیں جن کے لئے ہر شے راہ و رسم دنیا ہے اور کچھ نہیں۔ ورنہ حج تو ایک ایسی جامع عبادت ہے کہ اس میں سبھی ارکان کسی نہ کسی صورت موجود ہیں۔ جس قبلہ کی طرف ہم اتنے دور سے سجدہ ریز رہتے ہیں وہاں پہنچ کر سجدوں کا لطف کیا ہوگا۔ روزے کی طرح ضبط نفس ہے گالی گلوچ اور تمام شہوات سے نہ صرف دن بلکہ دن اور رات دونوں میں ممانعت ہے۔ حاجی اپنی خون پسینے کی کمائی کو خرچ کرتا ہے۔ جب قربانی دیتا ہے تو اس کا گوشت غربا میں تقسیم کر دیتا ہے اور حج جہاد کی بھی علامتی مشق ہے اس میں اتحاد و یگانگت کا درس ہے۔ رنگ و نسل، عمر و مرتبے سے بالاتر ہو کر بھی اللہ کی رضا کے لئے سرگرداں ہوتے ہیں نیز حضورؐ سے جب عورتوں نے جہاد میں شمولیت کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا'' تمہارا بہترین جہاد حج ہے۔''

غرض اسلام کی تمام عبادات و اراکین میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ ہر ایک دوسری سے جُڑی ہوئی ہے۔ اسلام مجموعہ اضداد نہیں ہے ہر عبادت میں دوسری عبادت کا بھی درس موجود ہے۔ حج بھی ایک جامع عبادت ہے احادیث میں اس کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ مثلاً

حضور ﷺ نے فرمایا۔'' جسے حج کرنا ہو جلدی کرے۔ موت کا کیا ہے کب آ کھڑی ہو۔ پس حج کے فرض ہوتے ہی روانہ ہو جاؤ'' (ابوداؤد)

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں ان کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اللہ سے دعا کریں تو وہ قبول کرے مغفرت طلب کریں تو وہ بخش دے۔

نیز یہ بھی فرمایا۔ ''حج وعمرہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کی خرابی کو دور کردیتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

گویا اس بات سے نہ ڈرو کہ حج کرنے سے تمہارے مال میں کمی واقع ہو جائے گی بلکہ یہ صرف اجر آخرت کا وعدہ نہیں کرتا بلکہ اس کی برکت سے فقر وتنگدستی بھی دور ہو جاتی ہے ہاں لیکن جو کوئی اللہ کی راہ میں حرام مال خرچ کرتا ہے تو اس کے بارے میں حدیث پاک میں وعید موجود ہے آپ کے فرمان کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ :-

''کوئی شخص ایسا ہوگا کہ ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آئے گا اس کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے گرد آلود ہوں گے اور دیوانہ وار طواف کعبہ کرتا ہوگا اور پکار پکار کر اپنے رب کو یاد کرتا ہوگا لیکن اس کی دعائیں اس کے منہ پہ دے ماری جائیں گی اور اس کی کوئی بھی شے قبول نہیں کی جائے گی صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا کیونکہ اس کا کھانا حرام مال سے ہوگا۔ اس کا لباس حرام مال سے بنا ہوگا اور اس کا سب زادراہ حرام مال کا ہو گا۔''

پس یہ مت سمجھا جائے کہ حرام مال کو اگر اچھی جگہ پہ صرف کیا جائے یا نیک مقصد کے لئے خرچ کیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔

احادیث کی رو سے حج کیلئے اپنے دل میں شوق رکھنا چاہئے اس کے لوازم کو پورا کرنے کی سعی کرنی چاہئے اور جونہی کوئی صاحب استطاعت کے زمرے میں آئے تو پھر بنا توقف حج کے دنوں میں دنیا سے دامن چھڑا کر اپنے رب سے ملاقات کے لئے چل پڑے کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

''جس کو واقعی مجبوری نے، ظالم بادشاہ نے یا سفر میں مانع مرض نے حج سے نہیں روکا اور پھر بھی اس نے حج نہیں کیا اس کو چاہئے کہ چاہے وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے اور چاہے تو نصرانی ہونے کی حالت میں مرے۔ (مشکوٰۃ)

احرام کی اجلی دو چادروں میں طواف کعبہ اور سعی میں وقوف عرفات، جمرات، قربانی اور حلق راس میں مرضیاتِ باری کو ملحوظ رکھے۔ سکون اور وقار کے ساتھ ہر رکن کو ادا کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کے عہد سے جمعۃ المبارک الوداع اور خطبہ جمعۃ الوداع تک ساری تاریخ پہ نظر کرے، پھر ان جگہوں، مقامات اور مناسک حج کی قدر کو اپنے دل میں جگہ دے اور ارکان حج کو پورا کرے۔ بے ریاء ہو کر، مٹ کر، فنا ہو کر، شائد کسی قبولیت کی گھڑی میں اسے بھی اللہ کے نام کے ساتھ بقا مل جائے۔ اور یہ مٹی بھی کسی ٹھکانے لگے۔

اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے او رہماری نیتوں سے واقف ہے۔ پس اس سے یہی التجا ہے کہ ہمارے اعمال خاص اور خالص کر دے۔ (آمین)

☆☆☆

متوجہ ہوں!

ماہنامہ المرشد لاہور آفس کا پوسٹ آفس تبدیل ہو گیا ہے۔ اس لئے آئندہ ماہنامہ المرشد کی سالانہ فیس بذریعہ منی آرڈر یا چیک ڈرافٹ کے لئے درج ذیل ایڈریس تحریر کریں۔

ماہنامہ ''المرشد'' 17-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ جوہر ٹاؤن لاہور
فون نمبر 042-5182727- 0333-4366973
چیک بنام Monthly Al-Murshed بھجوائیں۔

حج کی مرکزیت و عالمگیریت

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

حج اسلام کی عمارت کا چوتھا رکن ہے۔ حج کے لغوی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ بیت اللہ شریف کو مذہبی لحاظ سے مرکزیت حاصل ہے۔

ہندو گنگا اور جمنا کے سنگم الہٰ آباد کی زیارت کرتے ہیں۔ مسلمان بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں۔ بیت اللہ شریف گویا اللہ تعالیٰ کا پایہ تخت ہے۔ مکہ مکرمہ شہروں کی ماں (ام القریٰ) ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی حضرت ہاجرہ جیسی عظیم ماں کی مامتا کی یادگار ہے۔ منیٰ ایک عظیم باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قربانی کی یادگار ہے۔ شیطان پر کنکریاں پھینکنا شیطانی وساس کو رد کرنے کی یادگار ہے۔ سات دفعہ طواف کعبہ خالق حقیقی کے شاہی محل کا طواف ہے۔ بیت اللہ شریف اللہ کا وہ گھر ہے جہاں ہر سیاہ کار اور گناہ گار انسان اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

حج کی فضیلت:

حج دنیا کا ایک فقید المثال انتہائی پرامن اور سب سے بڑا اجتماع ہے۔ حج کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اجتماع فرانس میں لڈیز کے مقام پر ہوتا ہے جو حضرت مریمؑ سے منسوب ایک چشمے پر واقع ہے۔ یہ اجتماع کئی دن جاری رہتا ہے۔ اس کے برعکس حج ایک ہی دن لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں حج کی بہت اہمیت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

سورۃ حج کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد ہے۔

''اور اس پرانے گھر کا طواف کریں''۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد ہے۔

''بے شک صفا و مروہ خدا کا شعار ہیں' تو جو خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے' اس کا اس پر پھیرے لگانا' گناہ نہیں' سورۃ کی آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد ہے۔

''اور جب ہم نے اس گھر (کعبہ) کو لوگوں کا مرجع مرکز اور امن بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونیکی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کے بیذمہ کیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف کرو اور جب ابراہیم نے کہا' میرے پروردگار! اس کو امن والا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں میں سے روزی دے۔''

سرور کائناتﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جس نے خدا کے لئے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہ کی اور گناہ نہ کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا۔''

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین حصہ دوئم کے صفحات ۵۷۔۵۹ پر رقمطراز ہیں۔

''مجاہدؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم سرکار رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں یمن سے ایک جماعت آئی اور انہوں نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ ہمیں حج کے فضائل بتا دیجئے۔ فرمایا اچھا سنو! جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرے کے ارادے سے نکلتا ہے تو جب وہ کوئی قدم اٹھاتا ہے اور کوئی قدم زمین پر رکھتا ہے تو اس کے دونوں قدموں سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں) درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ مدینہ میں آتا ہے اور سلام کر کے مجھ سے مصافحہ کرتا ہے تو فرشتے اسے سلام کر کے اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جب ذوالحلیفہ (مدینہ والوں کا میقات ہے جسے بیئر علی کہا جاتا ہے) کے چشمہ پر پہنچتا ہے اور نہاتا ہے تو اسے حق تعالیٰ گناہوں سے پاک فرما دیتا ہے اور جب وہ (احرام کے) نئے کپڑے پہن لیتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے لئے نیکیوں کی تجدید فرماتا ہے اور جب لبیک اللھم لبیک۔ کہتا ہے تو حق تعالیٰ بھی لبیک وسعدیک فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں تیرا کلام سن رہا ہوں اور تجھے دیکھ رہا ہوں اور جب مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو حق تعالیٰ نیکیوں سے اس سے رابطہ قائم فرمالیتا ہے' اور جب عرفات میں قیام کرتا ہے اور بلند آواز سے اپنی مرادیں مانگتا ہے تو حق تعالیٰ ان حاجیوں پر ساتویں آسمان والے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتوں اور اے میرے آسمانوں پر رہنے والو! تم میرے بندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ ہر دور کے علاقے سے آئے ہیں' ان کے بال پراگندہ ہیں' چہروں پر غبار ہے اور کافی مال خرچ کر کے اور سفر کی صعوبتیں اٹھا کر مکہ پہنچتے ہیں' مجھے اپنی عزت وجلالت اور بزرگی کی قسم میں ان

میں سے بروں کو ان کے نیکوں کو دے دوں گا یعنی نیکوں کی وجہ سے بروں کو بخش دوں گا اور انہیں گناہوں سے اس طرح پاک کر دوں گا جیسے وہ آج ہی دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ پھر جب حاجی شیطانوں پر کنکریاں مار کر اور سر منڈوا کر طواف کرتے ہیں تو عرش کے نیچے سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے۔ (حاجیو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے) بخشے ہوئے اپنے اپنے گھر جاؤ۔ آج سے تم از سر نو عمل کرو۔"

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے کہ **Lady Evelyne** اپنی کتاب **Pilgrimage to Mecca** پر تحریر کرتی ہیں کہ بیت اللہ میں بعض مقامات ایسے ہیں جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے متبرک ہیں مثلاً مقام ابراہیم۔

جغرافیائی شیرازہ بندی

حج وہ جغرافیائی شیرازہ بندی ہے، جس میں ملت کے وہ تمام افراد بندھے ہوئے ہیں جو مختلف ملکوں، زبانوں اور تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کی قومیت، تمدن و معاشرت، رنگ و روپ اور لباس مختلف ہوتا ہے۔ وہ یہاں ام القریٰ (شہروں کی ماں) میں آ کر ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں آ کر وہ قومیت کی لعنتوں سے بچ جاتے ہیں۔

جنگ و جدال اور فتنہ و فساد

جنگ و جدال اور فتنہ و فساد قومیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ حرم ربانی امن کا گھر ہے جہاں ہر قسم کی خون ریزی سے بچنے کا سبق ملتا ہے۔ تمام مسلم برادری جو کلمہ توحید میں منسلک ہے یہاں امن کا مظاہرہ کرتی ہے۔

دنیا کی مرکزیت

آج دنیا کی قومیں ہیگ (ہالینڈ) اقوام عالم کی مشترکہ عدالت **International Court of Justice** اپنا فیصلہ کراتی ہیں جس پر وہ عمل بھی نہیں کرا سکتے۔ یہ کعبہ صدیوں سے مسلمانوں کی عدالت بھی رہا اور سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ایک مرکز رہا ہے۔ مسلم ممالک کی مشترکہ عدالت سعودی عرب میں ہونی چاہئے۔

موسم حج اور سیاسی تنظیمی معاملات

نبی کریم ﷺ کے دور میں خلفائے راشدینؓ اور بعد ازاں کے ادوار خلیفہ کی مرکزیت مکہ میں رہی۔ حج کے موسم میں مختلف ممالک سے حکام اور گورنر یہاں آتے اور خلیفہ وقت ان کے مسائل سنتا۔ لوگوں کی بھی شکایت سنتے اور ان کی داد رسی ہوتی، امور مملکت اور تنظیمی معاملات کی رہنمائی اُدھر سے ہوتی۔ اس طرح فساد ختم ہوتا۔ سورۃ بقر میں فساد کو ناپسند کیا گیا ہے۔

مرکزیت اور ترویج علم۔

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا جو مسلمانوں کے لئے ایک دائمی پیغام ہے۔ سندھ، سپین اور روس تک اسلامی تعلیمات اس مرکزیت کی وجہ سے پہنچیں۔ ابن مسعودؓ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے شاگردوں نے اسلامی تعلیمات کی کرنیں دور دور تک پھیلائیں۔ موطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی جیسے احادیث کے دفاتر عالم وجود میں آئے۔ دنیا کے مسلمان جغرافیہ نویس اور ابن بطوطہ جیسے سیاح حج کرنے آئے اور دور دراز علاقوں سے واقف ہوئے۔ مسلمان حج کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آئے اور سیاست اور بین الاقوامی معاملات میں دلچسپی لینے لگے۔ وہ ہر اس گوشے سے دلچسپی لینے لگے جہاں منارہ سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے۔

دور حاضر میں حج کی مرکزیت کی وجہ سے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تمام مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

بقول شبلی نعمانیؒ اور سلیمان ندویؒ

"الغرض حج اسلام کا صرف مذہبی رکن ہی نہیں بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی یعنی قومی و ملی زندگی کے ہر رخ اور ہر پہلو پر حاوی اور ہر مسلمان کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بڑا منارہ ہے"۔ (بحوالہ سیرت النبی ﷺ)

آکسفوڈ انسائیکلو پیڈیا آف دی ماڈرن اسلامک ورلڈ کے مطابق تاریخی لحاظ سے، جغرافیائی لحاظ سے اور روحانی و معاشرتی لحاظ سے حج ایک فقید المثال عبادت ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی شہرہ آفاق کتب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ حج میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ بیت اللہ سے (فتح مکہ کے موقع پر) شرک ختم کیا گیا اور بت توڑ دیئے گئے۔

مقام افسوس ہے کہ آج بھی کئی ایک بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ اونچی ذات پات اور برادریوں کے بت، خاندانی وجاہتوں کے بت، دولت کے بت، اونچے عہدوں کے بت، عیش و عشرت کے بت۔ نہ جانے کیسے کیسے بت ہم نے سجا رکھے ہیں۔ ان تمام بتوں کو توڑنے کی ضرورت ہے اسلام مساوات اور عدل کا حکم دیتا ہے اور یہی حج کی اصل روح ہے۔ ہم معاشرے میں حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتے۔ رشتہ داروں کا خیال نہیں رکھتے، پڑوسیوں کا خیال نہیں رکھتے، شرف انسانیت کا پاس بھی نہیں، ہم انسانیت کی تذلیل کرتے ہیں۔ یہ ایسے گناہ ہیں جو حج کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔

☆☆☆☆

قسط نمبر 8

سلسلہ وار.........

قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کی مبارک زندگی کے احوال تاریخ تصوف میں اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد سوانح

''حیات طیبہ''

سے اقتباس.........

حضرت جیؒ کی حیات طیبہ کے آخری دور میں ایک مرتبہ سالانہ اجتماع کے موقع پر عام ساتھیوں کے ہمراہ چند علما نے بھی ظاہری بیعت کی تو عمومی ہدایات کے علاوہ آپؒ نے علما کی نسبت سے خصوصی ارشاد فرمایا۔

آپؒ کا یہ خطاب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

''سب سے پہلی چیز ہے دین کی' سب سے اہم چیز بلکہ دین کا فرض جو ہے وہ نماز ہے۔ میدان قیامت میں عبادات میں سب سے پہلے جو مسئلہ پیش ہونا ہے' نماز کا ہے۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولین پرستش نماز بود

''نام نہند'' ایک چھوٹی سی کتاب ہے فارسی کی' اس میں فقہ کے مسائل ہیں۔ ابتدائی دور میں جس وقت طالب علم پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ اس میں یہ مسئلہ ہے کہ ''روز محشر کہ جاں گداز بود'' میدان قیامت' جس میں جان پہ سختی ہوگی' پوری مخلوق پسینے میں غرق ہوگی' اس وقت پہلے پہلے جو پرسش ہوگی' دریافت جو اللہ تعالیٰ کرے گا' وہ نماز کے متعلق میدان بڑا سخت ہے۔

بگویم اندراں ہر ساعت خود
......یارب نفسی

بڑی ہستی اللہ کی مخلوق میں سے اگر کوئی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی ذات گرامی ہے لیکن وہ بھی نفسی نفسی پکاریں گے۔

الحمدللہ! کہ امت محمد یہ جسے دین کی بڑی محبت ہے' میں دیکھ رہا ہوں مسلمانوں میں جذبہ ہے دین کا۔ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا' رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کا' اللہ کو راضی کرنے کا' اپنی آخرت کو سنوارنے کا' اس کی درستگی کا۔ یہ سب ٹھیک ہے مگر پہلی بات' میں اس بات پر بہت حیران ہوتا ہوں' جو چیز انسان کے وجود میں ہے وہ صحیح صحیح بتائے' میرے پاس یہ چیز ہے' یہ چیز نہیں' مخلوق کو دھوکا نہ دے۔ قحط الرجال سے معاملہ آگے بڑھ چکا ہے۔ پوری دنیا میں جماعت پھیلی ہوئی ہے۔ چند ملک ہیں جن میں ساتھی نہیں پہنچے لیکن ہر جگہ میں عموماً ساتھی پہنچ چکے ہیں اور وہاں سے حالات لکھتے رہتے ہیں اور میں ان کو سمجھاتا رہتا ہوں کہ یہ چیز دنیا میں نابود ہو چکی ہے' ختم ہو چکی ہے' کوئی آدمی نہیں ملتا۔ سب سے بڑا پاور ہاؤس' بڑا ہیڈ کوارٹر جو ہے' وہ دربار

نبوی ﷺ ہے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے مسلمانوں کو جو انوار و تجلیات باری تعالیٰ کی طرف سے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ پر اترتے ہیں ان میں بعض بہت باریک باریک ہوتے ہیں۔ بال تو موٹے ہیں، بالوں سے بھی باریک انوار، بالکل باریک۔ ہر مسلمان کے قلب کے پاس پہنچتے ہیں جن کی صورت قلب میں جو روشنی ایمانی پیدا ہوتی ہے اس کی، اس میں تیل ڈالنے والی، روغن ڈالنے والی، وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک سے نکلنے والے انوارات ہیں۔ اگر یہ کٹ جائیں، ایمان لے کر دنیا سے نہیں جائے گا، ایمان ختم ہو جائے گا۔ دوسری قسم کے انوار نکلتے ہیں جو اولیاء اللہ میں سب سے بڑی ہستی ہوتی ہے۔ مثلاً قرب عبدیت، ایک منزل ہے جو انبیاء علیہم السلام کے درمیان اور صدیقوں کے درمیان آتی ہے پھر بڑی منزل ہے صدیق، صدیق کے بعد قطب وحدت، قطب وحدت کے نیچے ہیں افراد، افرادوں کے نیچے قیوم، قیوم کے نیچے ہے غوث۔ اس سلسلے کا جو آدمی سب سے پہلے نمبر پر ہے مثلاً قرب عبدیت میں جو شخص ہے، پہلے انوار حضور ﷺ سے نکل کر اسی پر جاتے ہیں، اس سے پھر نیچے، اس طرح چلتے چلتے دنیا میں پہنچتے ہیں۔ قطب ارشاد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس پر بڑی مہربانی ہوتی ہے جو احکام شرعی کے انوار ہیں، سارے کے سارے اس پر آ کر گرتے ہیں اور وہ آگے ارسال کرتا ہے۔ امور تکوینہ کے ساتھ جس کا تعلق ہے وہ قطب مدار ہے، اس پر آخر، پھر قطب ابدال، قطب ابدال سے نیچے پھر ابدالوں اور پھر دنیا تک۔ پاور ہاؤس آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ۔ چونکہ مجھے اس میدان میں قدم رکھے بہت مدت ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں مجھے بہت ہی وسیع مہلت عطا فرمائی ہے۔ تصوف کا مـــالـــہ، مـــاعلیـــہ، نفع نقصان، اچھائی برائی، ساری چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح اسلامی تصوف چھانٹ کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ مشائخ سے جو چیز آ رہی تھی، اس میں بھی کچھ چیزیں میں نے دیکھی ہیں کہ نقصان دہ ہیں، ان کو کاٹ دیا ہے۔ رضائے الٰہی کا راستہ صحیح جو ہے، سارے کا سارا وہ پیش کر دیا ہے۔ میں گنہگار ہوں، بدکار آدمی ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ولی اللہ ہوں۔ میں اولیاء اللہ کی جوتیوں کی دھول ہوں۔ میں تم سب کا نوکر اور غلام اور خادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے علوم عطا فرمائے ہیں ظاہری، ان کی کوشش بھی کرتا ہوں، تبلیغ کی کہ لوگوں تک پہنچاؤں اور باطنی راستہ آپ کو دکھاتا ہوں کہ اولیاء اللہ کی یہ راہ ہے۔ اس راستے پر چل کر شاید اولیاء اللہ کو آپ پا لیں۔ چلو اور نہیں تو ان کی جوتیوں میں جا کر بیٹھ جائیں۔ اس لئے شروع کیا ہے جذبہ تو آپ میں ہے، میں سمجھ چکا ہوں۔ جہاں میں جاتا ہوں مخلوق کا ہجوم اس قدر ہو جاتا ہے جس کی حد نہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان میں جذبہ اسلامی ہے، دینی ہے، نماز کی پابندی سب سے پہلی چیز ہے، نماز کے بعد اچھی چیز یہ ہے کہ جو نمازیں آپ سے ترک ہو چکی ہیں، آپ چھوڑ چکے ہیں، انہیں ہر نماز کے ساتھ لوٹانے کی کوشش کریں۔ بیوی بچوں کو تبلیغ کریں۔ بچوں کو بتاؤ۔ اس کے بعد ذکر لسانی بھی کیا کریں۔ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ۔ ہر نماز کے بعد پیغمبر ﷺ پر درود بھیجیں۔ دیکھو نا، سارا جہاں اٹھ کر اس جستجو میں لگ جاتا کہ جنت کیا ہے؟ دوزخ کیا ہے؟ اس حقیقت تک رسائی ہماری نہ ہوتی۔ یہ آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ نے آ کر ہمیں بتایا۔ پیغمبر ﷺ اگر ہمیں نہ بتاتے تو ہم جنت اور دوزخ کی ماہیت اور حقیقت تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ نہ ہماری رسائی ہوتی۔ اس لئے سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان عطا فرمایا بطفیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ حضور

اکرم ﷺ ہمارے پاس شریعت لے کر آئے اور اس میں یہ چیز تو حید باری، رسالت، قیامت، ملائکہ، کتب، تقدیر کا مسئلہ، جہاں کا حادث ہونا، مرنے کے بعد اٹھنا وغیرہ، ذالک، پوری دنیا میں رہ کر کے، طبعی عمر پانے کے بعد، تمام کاروبار چھوڑ کر اگر ہم اس جستجو میں لگ جاتے تو یہ حاصل نہ ہوتا۔ یہ انعام ہے حضور ﷺ کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہمارا حق ہے کہ ہم درود پڑھ کر حضور ﷺ کو پہنچائیں۔ پیٹ کو حرام سے بچانا، زبان کو جھوٹ سے بچانا، دھوکہ بازی نہیں کرنی۔ کوشش کرنا صحیح مسلمان جس طرح ہوتے ہیں۔ میری کوشش جس قدر ہے، میری عمر نہیں، تکلیف ہوتی ہے باہر آنے میں۔ باہر اس لئے آتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جو ہے اس کو کوئی فائدہ پہنچ جائے۔ میرا بھی کوئی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ میری غرض اتنی ہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت اس قسم کی پیدا ہو جائے کہ دنیا میں لوگ کہیں کہ مسلمان اس طرح کے ہوتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی تفسیر مدرک القرآن میں لکھتے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی ہزاروں آدمی میں اگر کھڑا ہوتا تھا تو دنیا دیکھنے والی کہتی تھی کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے، وضع قطع بدل گئی۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی جماعت اس قسم کی ہو کہ دنیا دیکھ کر کہے کہ مسلمان اس طرح کے ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کوشش کرنا، ذکر لسانی، درود شریف، پیٹ کو حرام سے بچانا، زبان کو جھوٹ سے بچانا اور سوتے وقت، رات کو سوتے وقت چارپائی پر لیٹ کر لا الہ الا اللہ دس دفعہ، گیارہویں دفعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ، قرآن اگر پڑھا ہوا ہے تو سورۃ قُل یاایھا الکٰفرون اور سورۃ اخلاص کم از کم تین مرتبہ، سورۃ الکافرون ایک مرتبہ پڑھ لیں، زیادہ پڑھی جائے تو بہت ثواب ہے۔

دوسرا فائدہ جو میں بتانا چاہتا ہوں، آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں مائی فاطمۃ الزہراؓ آئے۔ حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ غنیم کا دروازہ کھل چکا ہے۔ مجھے بھی ایک غلام منع چاہیے جو میرے گھر کا کام کاج کرے، میرے ساتھ ہاتھ بٹائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ سے زیادہ مستحق ہیں، اصحاب صفہ، جو طالب علم باہر سے آئے ہوئے ہیں پڑھنے کے لئے یہاں رہتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ چلے گئے۔ یہ بخاری جس کو ہم قرآن کے بعد مانتے ہیں اس میں ہے۔ آپ ﷺ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لونڈی سے غلام منع سے بہتر چیز آپ کو بتادوں، آپ کی تنگدستی چلی جائے، غربت اٹھ جائے، اللہ تعالیٰ آپ کے مال میں برکت ڈال دے۔ فرمایا چارپائی پر لیٹ کر ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ، ۳۴ دفعہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ نماز کے بعد یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے یہ بھی تنگدستی رفع کرنے کے لئے ہیں لیکن یہ خاص کر سوتے وقت جو پڑھی جاتی ہیں، یہ محض اسی لئے ہیں سیدنا علی المرتضیٰؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ یہ آپ پڑھتے رہتے ہیں؟ بخاری میں موجود ہے تو فرمایا جب سے میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کلمات سنے ہیں اس کے بعد میں نے چھوڑا نہیں ہے، ہمیشہ پڑھتا ہوں۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین کی راتوں میں؟ فرمایا ان راتوں میں بھی اس کو نہیں چھوڑا۔ پڑھتا رہتا ہوں۔ جو ساتھی میرے سامنے آ کر شکوہ کرتا ہے تنگدستی کا اس کو میں کچھ اور بھی بتاتا ہوں اور یہ تسبیح بھی بتاتا ہوں کہ رات کو سوتے وقت آپ پڑھ لیں۔ اتنا کافی ہے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

(جاری ہے)